صحابۂ کرامؓ اور اھلبیتِ نبوّت

کے

تعلقات اور رشتہ داریاں

حکیم محمود احمد ظفر

صحابۂ کرامؓ اور اہلبیتِ نبوّت کے تعلّقات اور رشتہ داریاں

حکیم محمود احمد ظفر

تخلیقات

تخلیقات: علی پلازہ، 3- مزنگ روڈ لاہور، فون: 042-7238014
Web Site: http://www.takhleeqat.com
E-mail: takhleeqat@yahoo.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ

ناشر	:	تخلیقات' لاہور
زیرنگرانی	:	لیاقت علی
سن اشاعت	:	2005ء
ضخامت	:	176 صفحات
پرنٹرز	:	ندیم یونس پرنٹرز' لاہور
ٹائٹل	:	ریاظ
قیمت	:	-/100 روپے

فہرست مضامین

24223

ﷺ

پیش آہنگ

اسلام کا دعویٰ کرنے والے کچھ لوگ اپنی تقریروں اور تحریروں سے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت نبوتؓ کے مابین ایک قسم کی خصومت اور عداوت تھی، اور اس عداوت کی بنیاد یہ تھی کہ اصحاب ثلاثہؓ (حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ) نے سیدنا علیؓ کو خلافت سے محروم کر دیا تھا، حالانکہ رسولؐ نے ان کے حق میں وصیت فرمائی تھی۔

اصحاب کرام اور اہل بیتؓ کے ماننے والے دو گروہوں میں سے ایک گروہ کے نزدیک تو جیسے ہی صحابہ کرامؓ واجب الاحترام ہیں اسی طرح اہل بیت نبوت بھی واجب التعظیم ہیں۔ لیکن دوسرا گروہ صحابہ کرامؓ کو دشمنانِ اہلِ بیتؓ میں سے سمجھتا ہے اور ان کی شان میں ایسے کلمات استعمال کرتا ہے جو اوّل الذکر گروہ کے لیے قابلِ برداشت نہیں ہوتے، لہٰذا ان دونوں گروہوں کے درمیان آئے دن سر پھٹول رہتی ہے بلکہ بعض دفعہ نوبت خونریزی تک پہنچ جاتی ہے۔

اس کتاب میں شیعہ سُنّی کتابوں سے دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ نبوت کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ ان کی آپس میں رشتہ داریاں بھی تھیں اور ہر مشکل وقت میں وہ ایک دوسرے کی معاونت بھی کرتے تھے۔

مجھے اُمید ہے کہ اگر قاری تعصب سے خالی ہو کر اس کتاب کو پڑھے گا تو اس کے خیالات میں درستگی اور باہمی محبت پیدا ہو گی۔

نیاز آگین :- حکیم محمود احمد ظفر

صحابہ کرامؓ اور اہلبیتِ نبوت

سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات نے اپنے ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں جو جماعت تیار کی اس میں دو قسم کے حضرات تھے۔ ایک وہ جن کا آپ کے اپنے خاندان سے تعلق تھا، جیسے سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ اور سیدنا علی بن ابی طالبؓ وغیرہ۔ دوسرے وہ جن کا تعلق اگرچہ خاندانِ قریش ہی سے تھا لیکن وہ آپ کے خاندانِ بنو ہاشم سے نہ تھے بلکہ نسبی طور پر دوسرے قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ جیسے سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ وغیرہ۔ آوازِ نبوت پر لبیک کہنے کے بعد ان دونوں قسم کے حضرات نے اپنے خاندانی اور نسبی تعلقات کو دینی اور ایمانی تعلق پر ترجیح دی۔ اور آنے والی نسلوں کے لیے کوئی ایسی مثال قائم نہیں کی جس سے یہ ثابت ہو کہ ایمان لانے کے بعد بھی وہ لوگ نسبی اور خاندانی تعلقات کو دینی اور ایمانی تعلقات پر ترجیح دیتے ہوں۔

قرآن حکیم نے ان حضرات کی اس صفت اور خوبی کو اپنی مختلف آیات میں بیان فرمایا۔ بلکہ ان کے اس باہمی اتفاق و اتحاد کو حق تعالیٰ کی ایک نعمت اور فضل قرار دیا۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ إِخْوَانًا۔

”اور مضبوطی سے پکڑو اللہ کی رسی (قرآن حکیم) کو اکٹھے ہو کر۔ اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے

دِلوں میں باہمی اُلفت و محبّت ڈال دی۔ پس تم اللہ کی نعمت سے آپس میں بھائی ہو گئے۔"
قرآنِ حکیم ہی میں ایک اور آیت میں اس مضمون کو ایک اور انداز میں بیان فرمایا۔ بات وہی ہے لیکن انداز الگ ہے۔ فرمایا:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

"اللہ ہی ہے جس نے قوت دی آپ کو اپنی مدد کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ اور ان (مسلمانوں) کے دلوں میں الفت و محبّت ڈال دی۔ اور (اے پیغمبر) اگر تو خرچ کرتا جو کچھ زمین میں ہے (اُن کے قلوب میں اُلفت و محبّت پیدا کرنے کے لیے) تو ان کے دِلوں میں محبت پیدا نہ کر سکتا لیکن اللہ ربّ العزّت نے اِن کے دِلوں میں محبّت و اُلفت ڈال دی۔ کیونکہ وہ (اس بات پر) قادر بھی ہے، اور اس کی حکمتوں سے آشنا بھی ہے۔"

ایک اور آیت میں یوں بیان فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۔

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی، اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ، اور وہ لوگ جنہوں نے ان کو پناہ دی اور ان کی مدد کی (یعنی مہاجرین و انصار) وہ ایک دُوسرے کے رفیق اور دوست ہیں۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ سے ایمانی تعلق رکھنے والے حضرات کا تذکرہ اِن الفاظ میں بیان فرمایا:۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں لیکن آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔"

ان سب آیات کا لب و لہجہ یہ بتا رہا ہے کہ وہ سارے انسان جن کا دینی اور ایمانی تعلق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہو گیا تھا وہ سب آپس میں محبت و آشتی کے پیکر تھے اور ان کی آپس میں کوئی عداوت اور دشمنی نہ تھی۔ بلکہ بھائیوں کی طرح اس اسلامی معاشرہ میں وہ اپنی زندگی گزارتے تھے۔ جاہلیت کی ساری دشمنیاں ایمان کے نور نے ان کے قلوب سے یک قلم ختم کر دی تھیں۔ شمعِ رسالت پر وہ اپنی جان و مال پروانوں کی طرح نثار کرتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جتنا جتنا کسی کا نسبی اور ایمانی تعلق تھا اتنا ہی ان کے ساتھ دوسرے صحابہؓ کا محبت والفت کا زیادہ تعلق تھا جس کی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں احادیث اور تاریخ میں موجود ہیں۔

لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ بعض دین ناآشنا بلکہ دین دشمن حضرات نے تاریخ کی بعض غلط ملط روایات کی بنیاد پر اور اپنے مخصوص مذہبی عقائد کی وجہ سے شمعِ نبوت کے ان پروانوں کے بارہ میں غلط چیزیں پھیلانا شروع کر دیں۔ جن میں سے ایک یہ کہ وہ قلبی طور پر ایک دوسرے کے بدخواہ اور دشمن تھے۔ صرف اُوپر اُوپر سے تقیۃً ایک دوسرے کی محبت کا دم بھرتے تھے ورنہ حقیقت یہ نہ تھی۔

قرآن و احادیث اور تاریخ کی روایات کے ریکارڈ یہ بتاتے ہیں کہ ان لوگوں کی یہ بات خلافِ حقیقت ہے۔ وہ آپس میں رحیم و شفیق تھے، ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ہمدرد تھے بلکہ بھائیوں کی طرح آپس میں زندگی گزارتے تھے۔ اہل بیت نبوت صحابہ کرامؓ کا احترام کرتی اور صحابہ کرامؓ اہل بیتِ نبوت کو ان کا حقیقی مقام دیتے [illegible]

رشتہ داریاں تھیں اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے شریکِ کار تھے۔ تاریخ کی جن روایات میں ان کے متعلق باہمی پرخاش کے بارہ میں جو آیا ہے وہ دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوائیاں ہیں حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی ان دونوں کا آپس میں یہی دستور اور وطیرہ تھا۔ اور کوئی موقعہ ایسا نہیں آیا جہاں ان دونوں میں ذرا سا بھی عداوتِ باہمی کا شائبہ ہو۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی میں کوئی موقع بھی ایسا نہیں گزرا جب صحابہ کرامؓ اور اہلبیتِ نبوت نے باہمی شیر و شکر ہوکر دینی اور دنیوی امور کو سرانجام نہ دیا ہو۔ اور خصوصی طور پر سیدنا صدیقِ اکبرؓ اور سیدنا فاروقِ اعظمؓ نے تو ہر آڑے وقت میں سیدنا علیؓ اور ان کے خاندان سے معاونت کی۔ تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور اہلبیتِ نبوت نے ہر رنج وغم اور خوشی و مسرت کے مواقع پر ایک دوسرے کا ساتھ دیا ہے۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی ہو یا سیدنا علیؓ کی والدہ کا انتقال پُرملال، سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے اہل بیتِ نبوت اور خانوادہ بنو ہاشم کے ساتھ مکمل تعاون کیا چنانچہ علامہ ہیثمیؒ نے نقل کیا ہے کہ جیسے:-

> سیدنا علیؓ کی والدہ ماجدہ فاطمہؓ بنت اسد کا انتقال ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض مبارک اتار کر کفن کے ساتھ ان کو پہنانے کے لیئے دی۔ اور
>
> • پھر سیدنا اسامہؓ، سیدنا ابوایوب انصاریؓ، سیدنا عمرؓ بن الخطاب کو ان کے لیئے قبر کھودنے کو فرمایا۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۵۶، ۲۵۷)

اسی طرح سیدہ فاطمہؓ کی شادی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے سیدنا علیؓ سے کی۔ سیدہ فاطمہؓ کی خواستگاری کے لیئے شرفاء قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس استدعا پر خاموش رہے۔ سیدنا علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ فاطمہؓ کے بارہ میں خواستگاری کی درخواست کرنا چاہتے

ھے لیکن اپنی تنگدستی کی وجہ سے اُن سے کوئی بات نہ کرسکے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا عمرؓ اور سیدنا سعدؓ سے فرمایا کہ اٹھو سیدنا علیؓ بن ابی طالب کے پاس چلیں اور ان کو سیدہ فاطمہؓ کی خواستگاری کے لیے تیار کریں۔ اگر سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی تنگ دستی مانع ہو تو اس کی امداد کریں۔ سیدنا سعد بن معاذؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی اس تجویز کو سراہا، چنانچہ یہ سب حضرات اُٹھ کر سیدنا علیؓ کے گھر چلے گئے۔ سیدنا علیؓ گھر پر موجود نہ تھے بلکہ اپنا اُونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں آب کشی کے لیے گئے ہوئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اُس باغ میں سیدنا علیؓ کے پاس پہنچ گئے۔ سیدنا علیؓ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ سیدنا ابوبکرؓ نے کہا: "آپ نیک خصائل میں دوسروں سے گوئے سبقت لیے ہوئے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی رشتہ میں بھی دوسروں سے قریب تر ہیں اور حضورؐ کی صحبت میں بھی ہمیشہ سے ہیں لہٰذا آپ کو سیدہ فاطمہؓ کی خواستگاری میں کونسا امر مانع ہے؟ میرا خیال ہے کہ خدا اور رسولؐ نے یہ رشتہ آپ کے لیے رکھا ہے۔" سیدنا ابوبکرؓ کی یہ بات سن کر سیدنا علیؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ فرمانے لگے اے ابوبکرؓ! تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا اور میرے سینہ کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا"

سیدنا علیؓ نے مزید فرمایا:

کہ باشد کہ فاطمہؓ را نخواہد؟ ولیکن من باعتبار تنگدستی شرم می کنم از آنکہ ایں معنی را اظہار نمائیم۔

کون شخص ہے جو سیدہ فاطمہؓ کی خواستگاری کا خواہاں نہ ہو؛ لیکن میں تنگدستی اور فقر و فاقہ کی وجہ سے اس خواستگاری کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں۔

چنانچہ ان تینوں حضرات نے سیدنا علیؓ کو اس بات پر راضی کرلیا۔ اور آپؓ کی خدمت اقدس میں جانے کے لیے رضامند کرلیا۔ اس غرض کے لیے سیدنا علیؓ نے اپنا اونٹ کھولا، باغ سے اپنے گھر تشریف لائے اور اونٹ باندھ کر اور جوتا پہن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ (جلاء العیون از ملا باقر مجلسی باب تزویج فاطمہ با امیرالمؤمنین ص ۱۲۱)

پھر یہی نہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خواستگاری پر ہی آمادہ کیا بلکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس شادی کا سامان اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے جہیز خریدنے کے لیے روپیہ پیسہ سے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی ملّا باقر مجلسی نے ہی اپنی کتاب "جلاء العیون" میں اس کی تفصیل بیان کی ہے جو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی کی زبانی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! اٹھو اور شادی کے مصارف کے لیے اپنی زرہ فروخت کر ڈالو۔ چنانچہ میں نے جا کر اپنی زرہ فروخت کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ساری رقم لا کر ڈال دی۔" (جلاء العیون ص ۱۲۶)

وہ زرہ آپ نے کتنے میں فروخت کی اور کس کے ہاتھ فروخت کی؟ اس کی تفصیل بھی سنیئے: صاحب کشف الغمۃ علی بن عیسٰی الاربلی کے بیان کے مطابق یہ زرہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چار سو درہم میں فروخت کی۔ چنانچہ اس نے خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے:

بعته باربع مائة دراهم

میں نے اس کو چار سو دراھم میں فروخت کیا۔

(کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ ج ۱، ص ۳۵۹)

لیکن علامہ زرقانی نے قیمت فروخت ۴۸۰ درہم بتائی ہے۔

(زرقانی علی المواہب ج ۲، ص ۳)

اب اس سوال کا جواب کہ یہ زرہ کس کے ہاتھ بیچی، موّرخین نے صاف صاف اور صریح الفاظ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے یہ زرہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے ہاتھ فروخت کی۔ فرماتے ہیں:

فلما قبضت الدراهم منه وقبض الدرع مني

قال یا ابا الحسن لست اولی بالدرع منك وانت اولی

یا لدراھم منی۔

جب میں نے درہم وصول کر لیے اور زرہ عثمانؓ بن عفان نے لے لی تو عثمانؓ نے کہا، اے ابوالحسن (علیؓ بن ابی طالب) میں تم سے زیادہ اس زرہ کا مستحق نہیں ہوں اور تو مجھ سے زیادہ ان درہموں کا مستحق ہے۔

لہٰذا یہ زرہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ زرہ اور درہم لے لیے۔ اور دونوں چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیں۔

واخبرته بما کان من امر عثمان فدعا له بالخیر

اور عثمانؓ کی اس بات کے بارہ میں (کہ انہوں نے زرہ اور دراہم دونوں مجھے دے دیئے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ پس آپؐ نے عثمان کے لیے دعائے خیر کی۔ (کشف الغمۃ ج ۱، ص ۳۵۹)

علامہ زرقانی نے "مواہب اللدنیہ" کی شرح میں "بہت سی دعاؤں" کا ذکر کیا ہے۔

فدعا لعثمان بدعوات

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے لیے بہت سی دعائیں کیں۔ (زرقانی علی المواہب ج ۲، ص ۳)

اس رقم سے کیا کچھ خریدا گیا؟

سیدنا عثمانؓ سے سیدنا علیؓ کو زرہ کے بدلہ میں جو رقم ملی (جو ایک روایت کے مطابق چار سو درہم اور دوسری روایت کے مطابق ۴۸۰ درہم تھی) وہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دی۔ آپ نے اس رقم میں سے ایک مٹھی بھر کر سیدنا بلالؓ کو دی اور فرمایا کہ سیدہ فاطمہؓ کے لیے خوشبو خرید کر لائے۔ اور اس رقم میں سے دو مٹھیاں بھر کر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو دیں کہ فاطمہؓ کے لیے مناسب کپڑے اور جہیز کا دوسرا مناسب سامان

خرید کرلائیں۔ سیّدنا عمار بن یاسرؓ اور دُوسرے کئی صحابہؓ کو سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ بھیجا۔ یہ حضرات جو چیز بھی سیّدہ فاطمہؓ کے لیئے خریدتے، پہلے صدیقِ اکبرؓ کو دکھاتے۔ اگر وُہ پسند کرتے تو وُہ چیز خریدی جاتی۔ وگرنہ واپس کر دی جاتی۔

سیدہ فاطمہؓ کے لیئے ان حضرات نے سیدنا ابوبکرؓ کی مرضی سے کیا کچھ خریدا، تاریخ کے رپورٹروں نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے۔

ایک قمیض۔ ایک اوڑھنی۔ ایک خیبری سیاہ چادر۔ ایک بُنی ہوئی چارپائی۔ بستر کے دو گدّے (ایک گدا کھجور کی چھال سے بھرا ہوا، اور دوسرا بھیڑ کی اُون سے) اور اذخر (گھاس) سے بھرا ہوا ایک بالین۔ ایک اُونی کپڑا۔ ایک چمڑے کا مشکیزہ۔ دُودھ کے لیئے ایک لکڑی کا پیالہ۔ ایک گھڑا اور چند مٹی کے کوزے۔

بازار سے جب یہ سامان خریدا گیا تو سیدہ کے اس جہیزی سامان کی کچھ اشیاء کو صدیقِ اکبرؓ نے اٹھایا اور باقی اشیاء دوسرے صحابہؓ نے اٹھائیں جو سیدنا ابوبکرؓ کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ جب یہ سامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا تو آپؐ نے ایک ایک چیز کو اٹھا کر ملاحظہ فرمایا۔ اور ساتھ یہ دُعا فرمائی؛

خداوندا! مبارک گردان ایں را بر اہلِ بیت من۔ (جلاء العیون ص ۱۷۶)

"اے اللہ! میری اہل بیت پر ان چیزوں میں برکت عطا فرما۔

حضرات صحابہؓ کی نکاحِ فاطمہؓ میں گواہی

جب جہیز کا یہ سامان آگیا تو خادمِ رسولؐ سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:۔

ادع لی ابابکر و عمر و عثمان و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و طلحۃ والزبیر و بعدۃ من الانصار

جاؤ۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہؓ
الزبیرؓ اور انصار کے چند حضرات کو بلا لاؤ۔

جب یہ سب حضرات آگئے تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی بن
ابی طالب فاشھدوا انی قد زوجتہ۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کا نکاح علیؓ بن ابی طالب سے
کر دوں، پس تم سب حضرات گواہ رہو کہ میں نے علیؓ سے فاطمہؓ کا نکاح کر دیا۔

(ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۲۴۱۔ بحار الانوار ج ۱۰، ص ۲۷)

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج ۱، ص ۳۴۸)

سیدہ فاطمہؓ کے نکاح کے اس سارے واقعہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے کسی سلیم
فطرت انسان کے قلب میں یہ شائبہ بھی نہیں گزر سکتا۔ کہ صحابہ کرامؓ اور اہل بیتِ
نبوت کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارہ میں کچھ کدورت تھی۔ وہ تو سایۂ نبوت میں
اس طرح زندگی گزار رہے تھے جیسے ایک خاندان کے افراد آپس میں محبت و دلجمعی کے
ساتھ شیر و شکر ہو کر رہتے ہیں۔ ان کے اختلافات کی روایات تو منافقین و دشمنانِ صحابہؓ نے
گھڑی ہیں۔ جن کو بعض حضرات اپنے سیاسی اور فرقہ وارانہ مقاصد کے لیے زیبِ داستان کے
طور پر بیان کرتے ہیں۔

سیدہ فاطمہؓ کی رخصتی میں سیدہ عائشہؓ کا حصہ

یہ تو سیدہ فاطمہؓ کے نکاح کا واقعہ ہے
جس میں صحابہ کرامؓ میں سے سیدنا
صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمانؓ نے جن کو دشمنانِ اہلِ بیت میں سے سمجھا
جاتا ہے، نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ کردار ادا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان پر اعتماد
تھا تبھی تو ان کو سیدہ فاطمہؓ کے جہیز کی خریداری کے لیے بھیجا اور نکاحِ فاطمہؓ میں ان

کو گواہ بنایا۔ اب سیّدہ فاطمہؓ کی ماؤں یعنی امہات المؤمنینؓ کا رویّہ ملاحظہ فرمائیں۔ کسی تاریخ کی نہیں، حدیث کی کتاب ابن ماجہ میں ہے کہ:۔

سیّدہ ام سلمہؓ اور سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حکم دیا کہ فاطمہؓ کی رخصتی کے لیئے تیاری کرو۔ یہ دونوں فرماتی ہیں کہ ہم نے وادی بطحا سے مٹی منگوا کر رخصتی کے مکان کو لیپا پوتا، صاف کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال ٹھیک کر کے دو گدّے تیار کیئے۔ پھر کھجور اور منقّی سے خوراک تیار کی اور ٹھنڈا پانی مہیا کیا پھر اس مکان کے ایک کونہ میں ایک لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے مائیں اپنی بیٹیوں کی رخصتی کے وقت جو کچھ کرتی ہیں وہی کچھ خلوصِ دل سے سیّدہ فاطمہؓ کی ان ماؤں نے بھی کیا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد فرمایا۔

فما رأينا عرسًا احسن من عرس فاطمة

ہم نے فاطمہؓ کی شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی۔

(ابن ماجہ باب الولیمۃ ص ۱۳۹)

یہ خوشی اور محبّت کے جذبات ہیں جو سیّدہ عائشہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ کی زبان سے نکلے۔ کوئی دشمن اور غیر محبّ ایسے الفاظ منہ سے نہیں نکالتا، بلکہ وہ تو اچھے کام میں بھی سَو سَو کیڑے نکالتا ہے۔

دشمنانِ صحابہؓ کی زبان

یہ تو تھی واقعہ کی صحیح ترجمانی جو محدّث ابن ماجہؒ نے بیان فرمائی۔ اب ان لوگوں کی زبان سے اس واقعہ کو سُنیئے، جن کے دلوں میں صحابہ کرامؓ کا بغض و عناد بھرا ہوا ہے۔ جن کو ان کے نام تک لینا گوارا نہیں۔ ابو جعفر طوسی نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم سیدنا علیؓ سے سیّدہ فاطمہؓ کے نکاح کے بعد امہات المؤمنینؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کون کون یہاں موجود ہیں؟

فقالت اُمّ سلمة انا اُم سلمة وهذه زينب وهذه فلانة وفلانة۔

سیدہ ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ میں ام سلمہؓ ہوں۔ یہ زینبؓ ہے۔ اور یہ فلاں فلاں ہے۔ (امالی شیخ ابو جعفر طوسی ج ۱، ص ۴۰)

اب اس فلاں فلاں سے کون مراد ہیں؟ اس سے مراد سیدہ عائشہؓ اور سیدہ حفصہؓ ہیں لیکن روایت کے راوی کے دل میں ان کے بارہ میں بغض و عناد کی آگ بھری ہوئی ہے۔ لہذا وہ ان کے نام تک لینا گوارا نہیں کرتا۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے فرقہ واریت کو ہوا دی ہے۔ وگرنہ وہ لوگ آپس میں سب ایک تھے۔

کتابوں کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے، سیدہ فاطمہؓ اور امہات المؤمنینؓ کی آپس میں بہت محبت اور پیار تھا۔ امہات المؤمنینؓ سیدہ فاطمہؓ سے بہت شفقت فرماتی تھیں اور سیدہ فاطمہؓ بھی ان کی اتنی ہی عزت و احترام کرتی تھیں جتنا ایک ماں کی کی جاتی ہے چنانچہ کتابوں میں مرقوم ہے کہ:

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمام ازواج مطہراتؓ موجود تھیں، اتنے میں سیدہ فاطمہؓ تشریف لائیں۔ آپ کی چال اپنے والد ماجد کے عین مطابق تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے دیکھا تو فرمایا مرحبا، اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر ان کے کان میں آہستہ سے کچھ فرمایا۔ وہ بے ساختہ رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پریشانی اور غمگینی کو دیکھ دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ مسکرانے لگیں۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس سرگوشی کے بارہ میں سیدہ فاطمہؓ سے استفسار کیا اور رونے کی وجہ پوچھی۔ سیدہ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے ابا کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتی۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد میں نے سیدہ فاطمہؓ سے کہا:

عزمت علیک بمالی علیک من الحق

کہ اس حق کی بنا پر جو میرا تجھ پر ہے۔ (یعنی ماں ہونے کے ناطے)
میں تجھ سے پوچھتی ہوں کہ وہ کون سی بات تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے کان میں کہی تھی۔ جواب میں سیدہ فاطمہؓ نے کہا کہ ہاں اب میں وہ بیان کرتی ہوں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ میرے کان میں کچھ کہا، تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب میں اس دنیا سے انتقال کر جاؤں گا۔ تم صبر کرنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، میں تیرے لیے عمدہ اور بہترین پیش رو ہوں۔ یہ بات میں سن کر رونے لگی۔ پھر میری پریشانی دیکھ کر دوسری بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ میرے کان میں فرمایا، اے فاطمہؓ! کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو سب عورتوں کی سردار بنے؟ اس پر میں مسکرانے لگی۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

(مسلم ج ۲، ص ۲۹۰ ۔ الاستیعاب لابن عبد البر ج ۴، ص ۳۶۳)

اسی صحیح مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا:۔

ای بنیّۃ الستِ تحبّین ما احبّ، قالت بلیٰ۔ قال فاحبّی ھذہ۔

- اے میری پیاری بیٹی! کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ سیدہ فاطمہؓ نے کہا کیوں نہیں؟ چنانچہ آپؐ نے فرمایا پس تو عائشہؓ سے محبت کر۔

(مسلم ج ۲، ص ۲۸۵ ۔ نسائی ج ۲، ص ۷۸)

اندازہ فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سیدہ فاطمہؓ کو سیدہ عائشہؓ سے محبت ومودت کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اور سیدہ فاطمہؓ، سیدہ عائشہؓ سے انتہا درجہ کی شفقت فرماتی ہیں اور یہاں تاریخ کے دروغ گو، اور دروغ باف رپورٹر یہ بتا رہے ہیں کہ خاندانِ نبوت اور امہات

المومنین آپس میں برسرپیکار رہتیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کو اللہ کا رسولؐ محبت کرے اگر خاندانِ نبوت محبت نہ کرے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سب سے زیادہ ابوبکرؓ کو محبوب جانتے تھے اور عورتوں میں سیدہ عائشہؓ سے سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ صاحب روضۃ الصفا نقل کرتے ہیں کہ:

"ایک سفر میں سیدنا عمرو بن العاصؓ ایک جماعت کے سپہ سالار تھے۔ اس جماعت میں سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا فاروقِ اعظمؓ بھی شامل تھے۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ کے دل میں خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان دونوں سے زیادہ نیک بخت اور دوست سمجھتے ہیں، تبھی تو مجھے اس جماعت کا سپہ سالار بنایا ہے۔ پھر اپنے اس خیال کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تصدیق کروانے کے لئے پوچھا۔ یا رسولؐ اللہ! آپؐ کس کو سب سے زیادہ محبوب جانتے ہیں؟ فرمایا عائشہؓ کو۔ میں نے پوچھا نہیں، مردوں میں سے۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا اس کے باپ کو۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کس کو؟ فرمایا عمر بن الخطابؓ کو۔"

(تاریخ روضۃ الصفا ج ۲، ص ۲۸۰)

سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی نگاہ میں

شاید یہی وجہ تھی کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے گستاخوں اور ان سے بغض رکھنے والوں کو اللہ کے غضب کی خوشخبری سنائی۔ سیدنا ابن عباسؓ کے بارہ میں عباس قمی نے لکھا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ خانوادۂ نبوت میں ان کا ایک نہایت بلند مقام تھا، تفسیر قرآن اور فقاہت دین میں حضورؐ کی دُعا سے انہیں حظ وافر حاصل تھا (ملاحظہ ہو منتہی الآمال جلد ا، ص ۱۴۱)۔ وہی سیّدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کے پاس گیا، اس وقت قریش کے چیدہ چیدہ حضرات وہاں بیٹھے تھے۔ سیّدنا معاویہ نے، سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ سے کہا، اے عبداللہ! میں تم سے کچھ مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔ سیدنا عبداللہؓ نے کہا کہ آپ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، پوچھیں۔ سیدنا معاویہؓ نے پوچھا، ابوبکرؓ کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اب جو جواب سیدنا عبداللہؓ نے سیدنا صدیقؓ اکبرؓ کے بارہ میں دیا وہ سُننے کے قابل ہے۔ فرمایا:-

رحم اللہ ابا بکر کان واللہ للقرآن تالیاً وعن المنکرات ناھیاً وبذنبہ عارفاً ومن اللہ خائفاً وعن الشبھات زاجراً وبالمعروف آمراً وباللیل قائماً وبالنھار صائماً فاق اصحابہ ورعاً وکفافاً وسادھم زھداً وعفافاً فغضب اللہ علی من ابغضہ وطعن علیہ۔

اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے۔ بخدا وہ قرآن کی تلاوت کرنے والے منکرات سے روکنے والے، اپنے گناہوں سے واقف و آشنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے

والے، شبہات سے ڈانٹنے والے، معروف اور نیکی کا حکم کرنے والے، شب بیدار اور دن کو روزہ رکھنے والے، تقویٰ اور پاکدامنی میں اپنے ساتھیوں پر فوقیت رکھنے والے، اور زہد و عفت میں ان کے سردار تھے۔ لہٰذا جو ابوبکرؓ سے ناراض ہو اور ان پر زبانِ طعن دراز کرے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنا غضب نازل فرمائے۔

(مروج الذہب مسعودی ج ۳، ص ۵۵)

سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے بارہ میں یہ روایت کرنے والا مورخ مسعودی خالص اور پکا شیعہ ہے۔ (ملاحظہ ہو تنقیح المقال ج ۲، ص ۲۸۳، تحفۃ الاحباب ص ۲۲۷) لیکن حقیقت کو وہ بھی نہیں چھپا سکا، کیونکہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے۔ وہ لاکھ چھپانے سے بھی نہیں چھپتی۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا سیدہ عائشہؓ کو پیامِ مسرت

جنگِ جمل جو سیدہ عائشہؓ اور سیدنا علیؓ کے ساتھیوں کے مابین ہوئی جس میں ہماری تاریخ کے رپورٹروں نے بڑی بڑی حاشیہ آرائیاں کی ہیں، اس لڑائی کا باعث سیدنا علیؓ کی فوج کے وہ سبائی تھے جو قتلِ عثمانؓ میں ملوث تھے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب سیدنا معاویہؓ — شخصیت اور کردار جلد اول) بتانے والے بتاتے ہیں کہ اس جنگ کے بعد خاندانِ نبوت اور صحابہ کرامؓ کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بہت میل تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ لیکن سیدنا ابنِ عباسؓ اس واقعہ کے بعد یعنی اس وقت جب سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا مرض الموت میں تھیں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ سیدہ عائشہؓ نے کہلا بھیجا کہ بیماری کی سخت پریشانی ہے لہٰذا اس وقت آپ واپس چلے جائیں۔ سیدنا ابن عباسؓ نے کہلا بھیجا، حاضری کے لیے آیا ہوں، لہٰذا بغیر ملے واپس نہیں جاؤں گا۔ سیدہ عائشہؓ نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ سیدنا ابن عباسؓ نے حاضر ہو کر پوچھا، کیسے مزاج ہیں؟ ام المومنین نے فرمایا۔ بہت پریشان ہوں اور خائف ہوں کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ سیدنا

ابن عباسؓ نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ میں نے سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

عائشۃ زوجتی فی الجنۃ وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکرم علی اللّٰہ ان یزوجہ جمرۃ من جمر جہنم

"عائشہ جنت میں میری بیوی ہوگی (سیدنا ابن عباسؓ نے مزید کہا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کے ہاں اس بات سے بلند و بالا ہیں کہ جہنم کی آگ کے ٹکڑے کو ان کی زوجیت میں دیا جائے۔"

سیدنا ابن عباسؓ کے ان کلمات کو سن کر سیدہ عائشہؓ نے جو جواب دیا، وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ فرمایا:۔

فرجت عنی فرج اللّٰہ عنک

تم نے میری پریشانی کو دور کیا، اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانیوں کو دور کرے۔

(جامع مسانید الامام الاعظم ج ۱، ص ۲۱۵)

ایک موقع پر سیدہ عائشہؓ ام المؤمنین نے سیدنا علیؓ کے بارہ میں اتنے اچھے ریمارکس دیئے جو ایک ایسا شخص ہی دے سکتا ہے جس کو کسی سے محبت ہو۔ قلبی منازعت اور دلی مناقشت والا شخص ایسے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ سیدنا علیؓ نے عاشورہ کے روزہ کا حکم بیان کیا۔ سیدہ عائشہؓ نے پوچھا، یہ حکم کس نے بیان کیا ہے؟ لوگوں نے کہا سیدنا علیؓ نے۔ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا:۔

انہ لاعلم الناس بالسنۃ

وہ لوگوں میں سے سنتِ نبویؐ کو بہتر جاننے والے ہیں۔

(الاستیعاب ج ۳، ص ۴۰)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

کرامؓ نے جو جماعت تیار کی تھی وہ ہر اُس شخص کو احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی اور دینی تعلق تھا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ ذہن میں آگیا ہے جی چاہتا ہے وہ بھی نقل کر دوں جس سے خانوادۂ نبوت سے صحابہ کرامؓ کی عقیدت و محبت صاف طور پر عیاں ہوتی ہے۔

سیدنا عباسؓ سے محبت

زمانہ نبوت میں سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب بنو ہاشم میں سب سے بزرگ ہستی تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد تمام صحابہ کرامؓ عم رسول ہونے کے ناطے اُن کا اسی طرح احترام کرتے تھے جیسا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کرتے تھے۔ اس کا ثبوت بخاری کی وہ روایت ہے جس میں سیدنا امیر المؤمنین فاروق اعظمؓ نے نزولِ باراں کے لیے اُن کے توسل سے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کی۔ سیدنا عمر الفاروقؓ کی دعا سے صاف پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عباسؓ کا کس قدر احترام اُن کے دل میں تھا۔ دعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ عرض کیا :-

اللّٰھمّ انا کنا نتوسّل الیک نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا و انّا نتوسّل الیک بعم نبینا فاسقنا۔

اے اللہ! اس سے قبل (حضورؐ کی زندگی میں) تیرے نبی کے ذریعہ توسّل پکڑتے تھے تو تو ہمیں بارش سے نوازتا تھا۔ اب ہم اپنے نبیؐ کے چچا کے توسّل سے تیری بارگاہ میں ملتجی ہوتے ہیں لہٰذا تو ہمیں بارانِ رحمت سے نواز۔ (بخاری جلد اوّل ص ۱۳۷)

مستدرک حاکم میں اس روایت پر ایک اضافہ بھی ہے جو ہماری بات کی مزید تائید کرتا ہے۔ سیدنا عمر الفاروقؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا :-

ایھا النّاس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرٰی للعباس ما یری الولد لوالدہٖ یعظمہ ویفخمہ ویبر قسمہ فاقتدوا ایھا النّاس برسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فی عمہ العباس واتخذوہ وسیلۃ الی اللہ عزوجل فیما نزل بکم۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۳۴، بیروت)

"اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباسؓ کی اسی طرح رعایت فرماتے تھے جیسے ایک بیٹا اپنے والد کی رعایت کرتا ہے۔ آپ ان کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ اور ان کی قسم کو پورا کرتے تھے پس اے لوگو! نبیؐ کے چچا عباسؓ کے بارہ میں اپنے نبی کی اقتداء کرو۔ اور اپنے پیش آمدہ مصائب میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کو وسیلہ بناؤ۔"

خطاب کا لب ولہجہ سیدنا عمر الفاروقؓ کے دل میں سیدنا عباسؓ کی تعظیم و تکریم کی غمازی کر رہا ہے۔ لیکن کہنے والے یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ نہیں، یہ سب کچھ ایسے ہی ہے۔ اُن کا دل تو خانوادہ نبوت کی دشمنی سے بھرا ہوا تھا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

اسی طرح ایک اور روایت امام احمدؒ اور امام ذہبیؒ نے نقل کی ہے۔ روایت کے راوی سیدنا عباسؓ کے صاحبزادے سیدنا عبیداللہ بن عباسؓ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظمؓ جس راستہ سے مسجد نبویؐ میں نماز کے لیے تشریف لاتے تھے۔ اس راستہ پر میرے والد سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب کے مکان پر ایک پرنالہ لگا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے ایام خلافت میں سیدنا عمرؓ جمعہ کے روز نماز کے لیے مسجد میں تشریف لا رہے تھے کہ سیدنا عباسؓ کی چھت پر دو چوزے ذبح کیے گئے۔ کسی نے چوزوں کے خون پر پانی انڈیل دیا۔ پرنالہ سے وہ خون ملا پانی جو نیچے گرا تو وہ سیدنا عمرؓ کے کپڑوں پر گرا، اور آپ کے کپڑے ناپاک ہو گئے۔ سیدنا عمرؓ نے تحفظ عامہ کے تحت حکم دیا کہ اس پرنالہ کو یہاں سے اکھیڑ دیا جائے تاکہ دوسروں کے کپڑے خراب نہ ہوں۔ پھر آپ واپس تشریف لائے۔ کپڑے تبدیل کیے اور مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

سیدنا عباسؓ پرنالہ کو اپنی جگہ پر سے اکھڑا ہوا دیکھ کر امیرالمومنین سیدنا عمرؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا۔

واللہ! انہ لموضع الذی وضعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بخدا! یہ پرنالہ تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر نصب فرمایا تھا اور (اور آپ نے اسے یہاں سے اکھیڑ دیا ہے)

• یہ الفاظ سنتے تھے کہ سیدنا عمرؓ نے عم رسول سیدنا عباسؓ کو مخاطب کر کے کہا:

انا اعزم علیک لما صعدت علیٰ ظہری حتی تضعہ فی الموضع الذی وضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری پشت پر سوار ہو کر اس میزاب (پرنالہ) کو وہیں لگا دیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لگایا تھا۔

چنانچہ سیدنا عباسؓ نے امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظمؓ کی پشت پر چڑھ کر اس پرنالہ کو وہیں پر لگا دیا۔

(مسند امام احمد ج ۱، ص ۲۱۰، سیر اعلام النبلاء ج ۲، ص ۷۰، المصنف عبد الرزاق ج ۵، ص ۲۹۲)

حدیث اور تواریخ کی کتابوں میں تو یہاں تک آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ خصوصی طور پر سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ، اگر سیدنا عباسؓ گزر رہے ہوتے تو سواری سے نیچے اتر آتے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

ان العباس بن عبد المطلب لم یمر بعمر ولا بعثمان وھما راکبان الا نزل حتی یجوز العباس اجلالا ویقولان عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (سیر اعلام النبلاء الذہبی ج ۲، ص ۶۸)

"سیدنا عباسؓ بن عبد المطلب جب کبھی سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کے پاس سے گزرتے اور وہ دونوں سواری پر سوار ہوتے تو نیچے اتر آتے۔ سیدنا عباسؓ کی بزرگی کی وجہ سے، اور فرماتے ہم نے یہ سب کچھ اس لیئے کیا ہے کیونکہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔"

صاحب کنز العمال نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ سواری سے نیچے اُتر کر ان کے ساتھ اُس جگہ تک چلتے رہتے جہاں انہوں نے جانا ہوتا۔ (کنز العمال ج ۷، ص ۶۹)

ان روایات سے آپ اندازہ فرمائیں کہ جو صحابہؓ سیدنا عباسؓ کا صرف اس وجہ سے احترام کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں تو کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، اُن کے داماد اور دیگر قرابت داروں کی عزت اور ان کا احترام نہ کرتے ہوں گے؛ وہ یقیناً اُن کا احترام کرتے تھے اور قرابتِ رسولؐ کی پوری پوری پاسداری فرماتے تھے۔ جب صحابہؓ ان کا احترام کرتے تھے تو خانوادۂ رسولؐ اور اہلبیت نبوّت بھی صحابہ کرامؓ کے فضائل کا اعتراف اور ان کے درجات کی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا علیؓ نے سیّدنا فاروق اعظم کو خلیل، صدیق، فاروق، القوی الامین، امام ہدایت، مرشد، مصلح اور رجل مبارک وغیرہ القابات سے یاد کیا ہے۔ علامہ ابن سعدؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیّدنا علیؓ سے سیدنا ابوبکرؓ اور سیّدنا عمرؓ کے بارہ میں سوال کیا گیا۔ آپ نے سوال کرنے والے کو فرمایا:۔

کان اما می ھدیٰ راشدین، مرشدین، مصلحین، خرجا من الدنیا خمیصین۔ (طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۱۴۹)

یہ دونوں راشدین تھے، مرشدین تھے، مصلح تھے۔ امت کو کامیاب کرنے والے تھے اس دنیا سے فقر و فاقہ کی حالت میں رخصت ہوئے۔

• اسی طرح سیّدنا علیؓ نے اپنے ہم زلف سیّدنا عثمانؓ کو ذوالنورین، سابق الخیرات وغیرہ القابات سے نوازا۔ جو ان کی محبتِ عثمانی پر ایک دلیلِ ساطع اور برہانِ قاطع ہے بلکہ علامہ سیوطیؒ نے تو یہاں تک نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ سیدنا علیؓ سے سیدنا عثمانؓ کے بارہ پوچھا گیا۔ فرمایا:۔

ذاک امرأ یدعی فی الملاء الاعلیٰ ذوالنورین وکان ختن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ابنتیہ۔

عثمان وہ شخص ہے جس کو ملاء اعلیٰ یعنی آسمانوں پر فرشتوں کی جماعت میں

"ذوالنورین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور آپ کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں تھیں۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹، مصر)

یہ سارے واقعات زیادہ تر زمانۂ نبوت کے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں خانوادۂ نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سایۂ نبوت میں باہمی محبت و پیار اور تعظیم و احترام سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان میں آپس میں کوئی شکر رنجی اور عداوت نہ تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا تحفظ کرتے اور ایک دوسرے سے عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد بھی ان کی باہمی محبت و احترام میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور خلافت و باغ فدک کے بارہ میں اُن کا رویہ جو کچھ آج بتایا جاتا ہے، یہ نہ تھا۔ بلکہ ہر شخص خلافت کے بار دوش سے اپنے کو سبکدوش کرنے کے درپے تھا تاکہ عنداللہ مواخذہ سے بچ سکے۔

سیّدنا صدّیق اکبرؓ خلیفۂ اسلام کی حیثیت سے

چنانچہ سنہ ۱۱ھ میں جب صدیق اکبرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو سیّدنا علیؓ نے اس بارہ میں کوئی اختلاف و انشقاق نہیں کیا۔ بلکہ جس طرح اور صحابۂ کرام نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اسی طرح سیّدنا علیؓ نے بھی ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ جیسا کہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے چنانچہ لکھا ہے:

قد اتفق الصّحابۃ رضی اللہ عنھم علی بیعۃ الصدیق فی ذالک الوقت حتی علی ابن ابی طالب والزبیر......

صحابہ کرامؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی خلافت پر ان کی بیعت کرلی۔ یہاں تک کہ سیّدنا علیؓ اور سیدنا زبیرؓ نے بھی ان کی بیعت کرلی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۱۴۳)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ لحافظ ابن کثیرج ۸، ص ۱۴۲، ۱۴۳

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی سیّدنا زبیرؓ اور چچا زاد بھائی سیّدنا علیؓ نے بیعت کرتے وقت اِن الفاظ کا اظہار بھی فرمایا:

وانا نری ان ابا بکر احق النّاس بھا انہ لصاحب الغار وثانی اثنین وانّا لنعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ بالنّاس وھو حیّ۔

بے شک ہم ابوبکرؓ کو سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں کیونکہ

یہ صاحبِ غار ہیں، یہ ثانی اثنین ہیں۔ ہم ان کی شرافت و بزرگی کے معترف ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حینِ حیات میں ان کو تمام لوگوں کی نماز کا امام مقرر فرمایا تھا۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۶)

کچھ اسی قسم کے الفاظ ابن ابی الحدید نے بھی اپنی کتاب "شرح نہج البلاغہ" کی جلد ۱ بحث بقیۃ السقیفۃ واختلاف آراء الناس بعد النبیؐ میں نقل کیے ہیں۔

بیعتِ علیؓ کے بارہ میں ایک شبہ اور اس کا جواب

بعض حضرات سیدنا علیؓ کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا ابوبکرؓ کی فوری بیعت نہیں کی تھی بلکہ سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کے بعد بیعت کی تھی جس کی مدت روایات کے مطابق چھ ماہ بتائی جاتی ہے۔ یہ حضرات اپنی اس بات کی تائید میں بخاری، مسلم، در حدیث و تاریخ کی دیگر کتابوں کی کچھ روایات پیش کرتے ہیں۔ اس شبہ کا مختصر جواب یہ ہے ہ ان سب روایات میں ایک راوی ہیں، ابن شہاب زہری۔ اس راوی کی جانب سے روایت میں یہ الفاظ مدرج ہو گئے ہیں۔ اور ابن شہاب زہری کی یہ عام عادت ہے کہ وہ روایات میں اکثر ادراج (اپنی طرف سے کچھ الفاظ مخلوط) کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری کے شارحین حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ قسطلانیؒ صاحب ارشاد الساری نے سیدنا ابو سعید الخدریؓ کی روایت کو اصح (زیادہ صحیح) قرار دیا ہے جس میں مرقوم ہے کہ سیدنا علیؓ نے اس وقت بیعت کی تھی جب عام لوگوں نے بیعت کی تھی۔ انہوں نے بیعت کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے:۔

وقد صحّ ابن حبان وغیرہ من حدیث ابی سعید الخدری وغیرہ انّ علیاً بایع ابا بکر فی اوّل الامر وامّا ما وقع فی مسلم عن الزھری ان رجلاً قال لہ لم یبایع علیّ ابا بکر حتی ماتت فاطمۃ قال لا، ولا احد من بنی ھاشم

فقد ضعفه البیھقی بان الزھری لم یسندہ وان روایۃ الموصولہ اصح

ابن حبان اور دیگر علمائے حدیث نے ابو سعید الخدریؓ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں سیدنا علیؓ کا سیّدنا ابوبکرؓ کی بیعت شروع ہی سے کرنا مذکور ہے۔ اور جو مسلم میں آیا ہے کہ زہری سے کسی نے دریافت کیا کہ سیدنا علیؓ نے سیّدنا ابوبکرؓ کی وفاتِ سیّدہ فاطمہؓ تک بیعت نہیں کی تھی؟ تو زہری نے جواب دیا کہ نہ صرف سیّدنا علیؓ نے بلکہ بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی سیّدہ فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہیں کی تھی۔ زہری کے اس قول کو علامہ بیہقیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زہری کا یہ قول مسند و متصل نہیں ہے۔ اور ابو سعید الخدریؓ کی روایت متصل السند ہے، لہٰذا زہری کے قول سے زیادہ صحیح ہے۔

(فتح الباری ج ۷، ص ۳۹۹، آخر غزوہ خیبر)

ایسا ہی علامہ قسطلانی نے لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ارشاد الساری ج ۸، ص ۱۵۸)

علامہ ابن کثیرؒ نے بیعتِ علیؓ پر بحث کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:۔

ھی مبایعۃ علی ابن ابی طالب اما فی اول الیوم او فی یوم الثانی من الوفاۃ وھذا حق۔

"سیّدنا علی ابن ابی طالبؓ کا سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کی بیعت کرنا وفات نبویؐ کے پہلے روز یا دوسرے روز ہی ثابت ہے۔ اور یہی حق بات ہے۔

علّامہ ابن کثیرؒ نے اپنے اس دعوٰی کے ثبوت میں دلائل بھی دیتے ہیں کہ:

۱۔ سیّدنا علیؓ، سیّدنا ابوبکرؓ سے مشورہ وغیرہ کے معاملہ میں کبھی بھی جدا نہیں ہوئے۔ بلکہ ہر مشورہ اور مشاورت میں شریک رہے۔

۲۔ انہوں نے سیدنا ابوبکرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھنا نہیں چھوڑا، بلکہ برابر ان کے پیچھے

نمازیں پڑھتے رہے۔

۲۔ جب سیدنا ابو بکرؓ مرتدین کے مقابلہ میں تلوار لے کر نکلے تو سیدنا علیؓ بھی ان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۵، ص ۲۴۸، بحث یوم السقیفۃ)

جب سیدنا علیؓ کا پہلے دن ہی سے سیدنا ابو بکرؓ کے ساتھ ہر قسم کا عملی تعاون جاری رہا تو کیا بیعت پیچھے رہ جاتی ہے؟ لہٰذا بعض راویوں کا اپنی طرف سے یہ کہنا کہ انہوں نے وفات فاطمہؓ کے بعد بیعت کی تھی، سراسر غلط ہے۔ اور ان کی اس بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ ابن جریر طبری نے سیدنا علیؓ کے سیدنا ابو بکر الصدیقؓ کی بیعت کرنے کے بارہ میں ثقہ راویوں سے ایک روایت نقل کی ہے جو ہمارے دعویٰ کی مزید تائید کرتی ہے۔ روایت ہے کہ:

کان علی فی بیتہ اذ اتی فقیل لہ قد جلس ابو بکر للبیعۃ فخرج فی قمیص ما علیہ ازارٌ ولا رداءٌ عجلاً کراھیۃً ان یبطی عنھا حتی بایعہ ثم جلس الیہ و بعث الی ثوبہ فأتاہ فتخللہ ولزم مجلسہ۔

سیدنا علیؓ اپنے گھر میں تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ ابو بکرؓ بیعت لینے کے لیے بیٹھے ہیں۔ سیدنا علیؓ یہ بات سنتے ہی صرف قمیص میں باہر نکل آئے۔ اس وقت ان کے بدن پر نہ چادر تھی اور نہ ازار۔ ان کو اتنی جلدی اس وجہ سے تھی کہ وہ ابو بکرؓ کی بیعت میں پیچھے رہ جانے کو ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ پھر ان کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ اور اپنے کپڑے منگوانے کے لیے ایک شخص کو بھیجا جب کپڑے آ گئے تو ان کو پہن کر پھر ابو بکرؓ کی مجلس میں بیٹھے رہے۔ (طبری ج ۲، ص ۴۴۷، بیروت)

اس سے زیادہ واضح روایت طبری ہی نے اوپر والی روایت سے قبل نقل کی ہے کہ:

"عمرو بن حریث نے سعیدؓ بن زید سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

کے وقت موجود تھے انہوں نے فرمایا ہاں۔ پوچھا ابوبکرؓ کی کب بیعت کی گئی؟ فرمایا جس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ کیونکہ صحابہؓ اس بات کو اچھا نہیں جانتے تھے کہ دن کا بعض حصہ بھی جماعت کے بغیر گزاریں۔ پھر پوچھا کہ کیا ابوبکرؓ کی کسی نے مخالفت کی؟ جواب دیا نہیں۔ البتہ مرتد نے یا انصار میں سے اُس شخص نے جو قریب تھا کہ مرتد ہو جاتا، اگر اللہ تعالیٰ اس کو اس سے نہ بچا لیتے۔ پھر پوچھا کیا مہاجرین میں سے کسی نے پہلو تہی کی؟ فرمایا نہیں مہاجرین تو بلائے بغیر ہی بیعت کرنے ٹوٹ پڑے تھے۔" (طبری ج ۲، ص ۴۴۷)

شیعہ حضرات کا اعتراف بیعت

سیدنا علیؓ کا سیدنا ابوبکرؓ کی بیعت کرنا اتنا واضح اور مبرہن ہے کہ شیعہ حضرات نے بھی اس بات کو اپنی کتابوں میں تسلیم کیا ہے۔ ہاں! یہ بھی ساتھ لکھ دیا کہ انہوں نے یہ بیعت برضا و رغبت نہیں کی تھی بلکہ جبر و اکراہ سے کی تھی۔ (ملاحظہ ہو فروع کافی ج ۳، ص ۱۱۵، ۱۳۹، نول کشور۔ مجالس المؤمنین مجلس سوم تذکرہ خالد بن سعید ص ۲۲۴، شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی ج ۲، ص ۹۳ وغیرہ۔ انوار النعمانیہ ج ۱، ص ۱۰۴۔ احتجاج طبرسی طبع جدید ص ۱۰۷۔ جلاء العیون ج ۱، ص ۲۱۶)

لیکن اگر شیعہ حضرات کی اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ سیدنا علیؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی بیعت جبر و اکراہ سے کی تھی۔ تو پھر بھی بیعت کرنا تو ثابت ہو گیا۔ اور سیدنا علیؓ کے بیان کے مطابق جبر و اکراہ کی بیعت بھی شرعی طور پر بیعت ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ نہج البلاغۃ میں سیدنا علیؓ کا قول مذکور ہے کہ انہوں نے سیدنا زبیرؓ بن العوام کو ان کی بیعت توڑنے کے جواب میں فرمایا تھا:-

یزعم انّہ قد بایع بیدہ ولم یبایع بقلبہ فقد اقرّ بالبیعۃ وادّعی الولیجۃ فلیأت علیہا بامر یعرف والّا فلیدخل فیما خارج منہ۔ (نہج البلاغۃ ج ۱، ص ۴۶)

"زبیرؓ یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے بیعت کی ہے دل سے بیعت نہیں کی۔ اس نے اپنی بیعت کا اقرار تو کرلیا اور دعویٰ یہ کیا کہ اس نے اپنے دل میں اس کے خلاف چھپا رکھا تھا، لہٰذا اُس کو اس پر دلیل لانی چاہیئے تاکہ اُس کی سچائی معلوم ہو۔ اور اگر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کی بیعت اپنے حال پر باقی ہے۔ لہٰذا اس کو مطیع و فرمانبردار رہنا چاہیئے۔"

کتابوں کی ورق گردانی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیّدنا علیؓ نے سیّدنا صدیق اکبرؓ کی بیعت جبر و اکراہ سے ہرگز نہیں کی تھی بلکہ رغبت و رضا سے کی تھی۔ چنانچہ سیّدنا علیؓ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

الذلیل عندی عزیز حتی اخذ الحق لہ والقوی عندی ضعیف حتی آخذ الحق منہ۔ رضینا عن اللّٰہ قضاءہ وسلّمنا للّٰہ امرہ۔ اترانی اکذب علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ واللّٰہ لانا اوّل من صدّقہ فلا اکون اوّل من کذب علیہ فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری۔

"ہر ذلیل میرے نزدیک عزّت والا ہے۔ جب تک میں اُس کا حق دوسرے سے نہ لے لوں۔ اور ہر قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اس سے مستحق کا حق نہ لے لوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہوئے اور اس کے امر کو اسی کے سپرد کیا۔ تو سمجھتا ہے کہ میں جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھوں گا۔ بخدا! میں نے ہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ہی سب سے پہلے آپ کو جھٹلانے والا بنوں؟ میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا، تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا ابوبکرؓ کی اطاعت

کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لیے بیعت لینے سے بہتر ہے۔
اور میری گردن میں غیر کی بیعت کرنے کا عہد بندھا ہوا ہے۔"

(نہج البلاغۃ بیروت خطبہ ۲۷، ص ۸۱)

سیدنا علیؓ کے ان الفاظ "واذا المیثاق فی عنقی لغیری" کا مطلب بیان کرتے ہوئے شارح نہج البلاغۃ علامہ میثم بحرانی نے لکھا ہے۔

واذا المیثاق فی عنقی لغیری ای میثاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعھدہ الیّ بعدم المشاقۃ وقیل المیثاق مالزمہ من بیعۃ ابی بکر بعد ایقاعھا ای فاذ میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکنی المخالفۃ بعدہ۔

"واذا المیثاق فی عنقی لغیری سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے عہد لینا۔ مجھے اس کا پابند رہنا لازم ہے کہ جب لوگ ابوبکرؓ کی بیعت کرلیں تو میں بھی بیعت کرلوں۔ پس جب قوم کا عہد مجھ پر لازم ہوا یعنی ابوبکرؓ کی بیعت مجھ پر لازم ہوئی تو اس کے بعد میرے لیے نا ممکن تھا کہ میں اس کی مخالفت کرتا۔" (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم ج ۲، ص ۹۷)

صاحب روضۃ الصفاء نے بھی لکھا ہے کہ:

امیر المؤمنین علیؓ چوں استماع نمود کہ مسلماناں بر بیعت ابوبکرؓ اتفاق نمودند بتعجیل از خانہ بیروں آمد چنانچہ ہیچ دربر نداشت بغیر از پیراہن نہ ازار و نہ ردا ہمچناں نزد صدیق رفتہ باد بیعت نمود۔

سیدنا علیؓ نے جب سنا کہ تمام مسلمانوں نے ابوبکرؓ کی بیعت پر اتفاق کرلیا ہے تو جلدی کے ساتھ گھر سے باہر تشریف لائے کہ چادر اور تہبند بھی نہ اوڑھ سکے صرف کرتہ ہی زیب تن تھا۔ اسی حالت میں سیدنا ابوبکرؓ کے پاس پہنچے

اور ان کی بیعت کی۔" (روضۃ الصفاء ج ۲، ص ۲۳۲)

اسی صفحہ پر سیدنا علیؓ کے منہ سے سیدنا ابوبکرؓ کی بابت ایک جملہ مرقوم ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے سیدنا ابوبکرؓ کی بیعت نہایت خوش دلی اور رضا و رغبت سے کی تھی۔ آپ نے سیدنا ابوسفیان سے فرمایا۔

"ابوبکرؓ را شائستہ ایں کار می دانم"

میں ابوبکرؓ کو اس کام (کاروبارِ حکومت) کے لیے نہایت موزوں اور مناسب سمجھتا ہوں۔ (ایضاً)

اس سلسلہ میں جی چاہتا ہے کہ ایک اور روایت بھی نقل کر دوں جس سے خلفائے راشدین کی دینی محبت اور سیدنا علیؓ کا ان کی بیعت فرمانے کا پتہ چلتا ہے۔ شیعہ حضرات کے الامام الاکبر محمد الحسینی آلِ کاشف الغطاء نے ایک کتاب لکھی ہے "اصل الشیعۃ و اصولہا" اس میں لکھتے ہیں :-

"جب سیدنا علیؓ نے دیکھا کہ خلیفۂ اوّل (ابوبکر صدیقؓ) اور خلیفۂ دوم (عمر الفاروقؓ) نے کلمۂ توحید کی نشر و اشاعت میں اور لشکروں کی تیاری میں پوری پوری کوشش کی ہے اور انہوں نے کسی معاملہ میں اپنی ذات کو ترجیح نہیں دی، اور نہ ہی کسی پر زیادتی کی ہے تو :-

بایَعَ وسالم واغضیٰ عمّا یراہ حقًا لہ محافظۃ علی الاسلام اَن تصدّع وحدتہ وتتفرق کلمتہ ویعود النّاس الی جاھلیتھم الاولیٰ۔

سیدنا علیؓ نے ان کی بیعت کر لی۔ اور اپنے حق سے چشم پوشی کی۔ کیونکہ اس میں اسلام کی حفاظت تھی۔ اور اس کی وحدت کو قائم رکھنا اور اس کے کلمہ کو منتشر ہونے سے بچانا مقصود تھا۔ اور اس بات کی حفاظت بھی مقصود تھی کہ

کہیں لوگ پہلی جاہلیت کی طرف نہ لوٹ جائیں ۔"

اس کے بعد علامہ محمد الحسینی لکھتے ہیں :-

"اور شیعہ کمزوری کی وجہ سے آپ کے زیرِ دست رہے ۔ اور آپ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے رہے ہیں ۔ اور شیعہ اور ان کے مذہب کے لیئے ان ایام میں ظہور کی مجال نہ تھی ۔

"لان الاسلام کان یجری علی مناھجہ القویمۃ حتی اذا تمیز الحق من الباطل و تبین الرشد من الغی ۔"

"کیونکہ اُن دنوں اسلام مضبوط طریقے پر چل رہا تھا ، یہاں تک کہ حق باطل سے اور ہدایت گمراہی سے جُدا ہو چکی تھی ۔"

(اصل الشیعۃ و اصولہا ص ۱۱۵ ۔ تذکرہ صرف القوم الخلافۃ عن علیؓ ، قاہرہ)

ان ساری روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

۱ ۔ سیدنا علیؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی بیعت تعجیلاً (اُسی وقت جب وہ خلیفہ ہوئے) کی تھی ۔

۲ ۔ وہ سیدنا ابوبکرؓ کو دل وجان سے محبت کرتے تھے لہٰذا ان کی بیعت برضا و رغبت کی تھی ، جبر و اکراہ سے نہیں کی تھی ۔

۳ ۔ وہ سیدنا ابوبکرؓ کے محامد و فضائل سے بخوبی آشنا تھے لہٰذا اُن کو دل وجان سے محبت کرتے تھے ۔

محبت کا اقتضاء

اسی محبت ہی کا یہ تقاضا تھا کہ سیدنا علیؓ ، سیدنا ابوبکرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے ۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :-

وھذا حق فان علی ابن ابی طالب لم یفارق الصدیق فی وقت من الاوقات ولم ینقطع فی صلاۃ من الصلوات خلفہ ۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ، ص ۲۴۹)

"یہ بات حق ہے کہ سیدنا علیؓ کسی وقت بھی سیدنا ابوبکرؓ سے اوقاتِ نماز میں سے جدا نہیں ہوئے۔"

علامہ علی بن ابراہیم القمی بھی اس بات کو مانتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ثم قام و تہیّاً للصلوٰۃ وحضر المسجد ووقف خلف ابی بکر وصلّی لنفسہ۔

"پھر سیدنا علیؓ اٹھے اور نماز کی تیاری کی اور مسجد (نبویؐ) میں حاضر ہوئے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔

(تفسیر قمی ص ۵۰۳، تحت آیت فات ذاالقربیٰ حقّہ)

ایسے ہی الفاظ احتجاج طبرسی ص ۵۳ پہ لکھے ہوئے ہیں۔

اسی محبت کا تقاضا تھا کہ سیدنا علیؓ اکثر سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے:

ھما امامان عادلان قاسطان کان علی الحق وماتا علیہ فعلیھما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ۔ (احقاق الحق ص ۱۶)

"وہ دونوں عادل اور منصف تھے۔ دونوں حق پر تھے اور حق پہ ہی دونوں کا انتقال ہوا۔ قیامت تک ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔"

اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ سیدنا علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں سیدنا معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے فضائل و محامد ان الفاظ میں بیان فرمائے۔ فرمایا:

وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرحٌ فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھما باحسن ما عملا۔

اور اسلام میں سب لوگوں سے افضل جیسا تو نے کہا ہے خلیفہ صدیق تھے۔ اور اس خلیفہ کے خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً اسلام میں ان دونوں کا بہت بڑا مقام ہے اور ان کی وفات اسلام کے لیئے ایک شدید زخم اور صدمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے۔ اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق احسن جزا عطا فرمائے۔"

(شرح نہج البلاغۃ لابن میثم ج ۴، ص ۴۶۲، طبع جدید)

سیدنا علیؓ کی محبّت کی وجہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان دونوں حضرات سے اس وجہ سے محبّت تھی کہ انہوں نے رسولؐ کی زبان سے ان دونوں کی بابت اپنے کانوں سے سُنا ہوا تھا کہ :۔

ابوبکر وعمر سیدا کہول اہل الجنّۃ من الاوّلین و الاٰخرین ما خلا النبیّین والمرسلین لاتخبر ھما یا علیؑ !

"رسولوں اور نبیوں کے علاوہ تمام پختہ عمر کے جنتی لوگوں کے سردار ابوبکرؓ اور عمرؓ ہوں گے۔ اور اے علیؓ! تم اس بارہ میں ان کو اطلاع نہ دینا۔"

(ترمذی ج ۲، مناقب ابوبکرؓ ص)

سیدنا علیؓ کی صحابہ کرامؓ سے یہ محبت یک طرفہ نہیں تھی بلکہ صحابہ کرامؓ بھی اسی والہانہ انداز میں سیدنا علیؓ سے محبّت کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۱۳۸ و کنزالعمال ج ۳ کتاب الخلافۃ والامارۃ۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۲۱)

سیّدنا علیؓ کی اولاد کی صحابہؓ سے محبّت

صحابہ کرامؓ اور خانوادۂ نبوّت کی باہمی عقیدت و محبت کو دیکھ کر تاریخ کے رپورٹر ہمیں بتاتے ہیں کہ سیّدنا علیؓ کی اولاد اور دیگر خاندانِ نبوّت کے افراد بھی صحابہ کرامؓ خصوصی طور پر سیّدنا ابوبکرؓ، سیّدنا عمرؓ اور سیّدنا عثمانؓ سے عقیدت و محبّت کے جذبات رکھتے تھے۔ چنانچہ سیّدنا

علیؓ کے ایک صاحبزادے سیدنا محمد ابن الحنفیہؒ کی روایت تو بخاری نے بھی نقل کی ہے فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے ابا سیدنا علیؓ سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا۔

ابوبکر، قال قلت ثم من؟ قال عمر وخشیة ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین۔

ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ پھر کون؟ فرمایا عمرؓ۔ پھر اس خیال سے کہ وہ عثمانؓ کا نام لیں گے میں نے کہا کہ پھر آپ؟ فرمایا میں تو صرف مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔ (بخاری ج ۱، ص ۵۱۰۔ ابوداؤد ج ۲، ص ۲۸۸)

محمد بن حنفیہؒ کے ان الفاظ کو کئی حضرات نے نقل کیا ہے۔

شہید کربلا سیدنا حسین ابن علیؓ کے صاحبزادے سیدنا علی ابن الحسینؒ (زین العابدین) کے پاس ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ مجھے ابوبکرؓ کے متعلق بتایئے۔ سیدنا زین العابدینؒ نے فرمایا تو الصدیقؓ کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہے۔ سیدنا زین العابدینؒ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر اس شخص نے کہا کہ آپ ابوبکرؓ کو صدیقؓ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ سن کر سیدنا زین العابدینؒ نے اس شخص سے فرمایا۔ تیری ماں تجھے روئے۔

قد سماہ صدیقاً من ھو خیر منی ومنك، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمھاجرون والانصار فمن لم یسمہ لصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ۔

ان کا نام صدیق انہوں نے رکھا جو مجھ اور تجھ دونوں سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار نے۔ پھر فرمایا جو شخص ابوبکرؓ کو صدیقؓ کے نام سے یاد نہ کرے حق تعالیٰ اس کی بات کو دونوں جہانوں میں سچا نہ کرے۔ (فضائل ابی بکرؓ لابی طالب عشاری ص ۹)

سیّدنا زیدؓ کے تاثرات

اب اسی علوی خانوادہ کے ایک اور بزرگ سیّدنا زید شہید کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ خلفائے ثلاثہ سے خانوادۂ نبوّت کے افراد کو کس قدر محبّت اور عقیدت تھی۔ کوفہ کے لوگوں کی ایک جماعت سیّدنا زیدؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ سیّدنا زیدؓ نے فرمایا:۔

ما اقول فیھما الّا الخیر وما سمعت من اھلی فیھما الّا الخیر

"میں ان دونوں (ابوبکرؓ اور عمرؓ) کے حق میں سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ نہیں کہتا اور میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے بھی ان دونوں کے بارہ میں کلمۂ خیر ہی سُنا ہے۔"

سیّدنا زیدؓ کے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارہ میں اس قسم کے تأثرات ان لوگوں پر گراں گزرے چنانچہ وہ سیدنا زید سے کہنے لگے، اگر ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارہ میں آپ کے جذبات یہ ہیں تو پھر آپ ہمارے امیر نہیں ہیں۔ اور یہ لوگ سیدنا زیدؓ کی معیّت سے الگ ہو گئے۔ سیدنا زیدؓ نے کہا

رفضونا القوم فسمّوا الرّافضۃ

اِس قوم نے ہمیں چھوڑ دیا۔ چنانچہ ان چھوڑنے والوں کا نام "رفضہ" یعنی رافضی (جماعت کا ساتھ چھوڑ دینے والے) پڑ گیا۔

(عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب ص ۲۵۶)

سیّدنا باقرؒ کا اظہارِ محبّت

یہ سیّدنا زیدؒ سیّدنا زین العابدینؒ کے صاحبزادے تھے۔ ان کے ایک دُوسرے بھائی سیدنا محمد باقرؒ تو ان حضرات کے اور بھی زیادہ مدّاح تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت محمد باقرؒ اور ان کے صاحبزادے جعفر الصادقؒ سے پوچھا گیا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارہ میں آپ حضرات کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے سوال پوچھنے والے شخص سالم سے کہا۔ اے سالم! ان دونوں حضرات

کے ساتھ محبت رکھنا اور ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کرنا۔ بے شک یہ دونوں ہدایت کے امام ہیں۔

ایک اور روایت میں جو سیدنا محمد باقرؒ ہی سے مروی ہے، فرمایا:-

ما ادرکت احداً من اھل بیتی الا یتولا ھما

میں نے اہل بیتِ نبوت کے ہر شخص کو ان دونوں کے ساتھ دوستی رکھنے والا ہی پایا۔

(تہذیب التہذیب ج ۹، ص ۳۵۱)

سیدنا محمد باقرؒ نے اپنے ایک ملنے والے شخص جابر سے فرمایا، کہ اے جابر! مجھے پتہ چلا ہے کہ عراق کے کچھ لوگ جو زبانی ہماری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے حق میں کمی بیشی کرتے ہیں، ان لوگوں کو میری طرف سے یہ بات پہنچا دے کہ میں ایسی قوم سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر مجھے اس قوم پہ قابو حاصل ہو جائے تو میں اُن کو تہ تیغ کر کے حق تعالیٰ کے ہاں تقرب حاصل کروں۔ نیز فرمایا:-

لانالتنی شفاعۃ محمد ان لم اکن استغفرلھما و اترحم علیھما ان اعداء اللہ لغافلون عنھما۔

مجھے اللہ کے رسولؐ کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے لیے استغفار نہ کروں۔ اور ان کے حق میں ترحم کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں سے غافل ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳، ص ۱۸۵)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا محمد باقرؒ سے کتابوں میں منقول ہے کہ ایک شخص مدینہ طیبہ میں اُن کی خدمت میں جا کر بیٹھا اور پوچھا کہ آپ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں؟ سیدنا محمد باقرؒ نے فرمایا:-

رحم اللہ ابابکر و عمر

اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ و عمرؓ پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے۔

پوچھنے والے نے کہا، لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان دونوں حضرات سے بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں۔ جواب میں آپ نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ، ربِ کعبہ کی قسم! جس نے بھی یہ کہا، بالکل جھوٹ کہا، فرمایا:

اولست تعلم ان علی ابن ابی طالب زوج ابنتہ ام کلثوم بنت فاطمۃ من عمر بن الخطاب۔

"کیا تو نہیں جانتا کہ علیؓ ابن ابی طالب نے اپنی بیٹی اُمِ کلثومؓ جو سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھیں، عمرؓ ابن الخطاب سے بیاہی تھی"

اب اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے سیدنا محمد باقرؒ نے فرمایا:-

"تو جانتا ہے کہ اُمِ کلثومؓ کون تھی؟ اس کی نانی سیدہ خدیجہؓ جو جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے۔ اور اس کے نانا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جو خاتم النبیین، سید المرسلین اور رسول رب العالمین ہیں۔ اور اس کی والدہ سیدہ فاطمہؓ تھیں جو کہ دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ اور اُس کے بھائی سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ تھے جو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور اس کے والد سیدنا علیؓ تھے جو بڑے فضائل و مناقب کے حامل تھے۔ اگر عمرؓ بن الخطاب اس شادی کے اہل اور لائق نہ ہوتے تو سیدنا علیؓ اُمِ کلثومؓ کو ان کے حبالۂ عقد میں نہ دیتے۔

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۱۰)

اندازہ فرمایئے کہ سیدنا باقرؒ نے سیدنا عمرؓ بن الخطاب کے فضائل و مناقب کو کس انداز میں بیان فرمایا اور خانوادۂ نبوّت اور صحابہ کرامؓ کے رشتۂ محبت و مودّت کو کس منطقی انداز میں مخالفین صحابہؓ کے ذہنوں میں اتارنے کی کوشش فرمائی۔ اور صحابہ کرامؓ خصوصی طور پر سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے بارہ اُن کی طرف جو غلط باتیں دشمنانِ صحابہؓ نے منسوب

کروی تھیں اُن سے اپنی برأت کا کس طرح اظہار فرمایا۔

ان کے علاوہ اور بے شمار واقعات کتابوں میں منقول ہیں جن سے سیدنا محمد باقرؒ کی صحابہ کرامؓ اور سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ سے محبت و عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے مسائل شرعیہ سے انہوں نے استدلال فرمایا۔ چنانچہ "حلیۃ السیف" کی روایت شیعہ اور سُنی دونوں کی کتابوں میں آتی ہے۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا محمد باقرؒ کے دل میں سیدنا ابو بکرؓ کی کس قدر عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ ایک شخص عروہ بن عبداللہ نے سیدنا محمد باقرؒ سے پُوچھا کہ کیا تلوار کو مرصع کرنا جائز ہے ؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور دلیل یہ دی کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہوا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے سیدنا باقرؒ کو کہا کہ کیا آپ بھی انہیں "صدیق" کہتے ہیں؟ جواب میں روایت کے الفاظ ہیں کہ :۔

فوثب وثبۃ واستقبل القبلۃ ثم قال نعم الصدیق ، نعم الصدیق ، نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ لہ قولاً فی الدنیا والاخرۃ۔

سیدنا محمد باقرؒ اپنی جگہ پر (غصے سے) اچھلے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمانے لگے۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا اور آخرت میں سچا نہ کرے۔

(کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ ج ۲ ، ص ۳۵۹ ۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۳ ، ص ۱۸۵)

سیدنا باقرؒ کا قبلہ رُو ہو کر سیدنا ابو بکرؓ کی صدیقیت کا اقرار فرمانا، پھر اس شخص کے لئے جو انہیں صدیق نہیں سمجھتا، بددُعا فرمانا صاف بتلاتا ہے کہ انہیں اپنے جدِ امجد سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی طرح سیدنا ابو بکرؓ کے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور یہ عقیدت و محبت صرف اور صرف اس وجہ سے تھی کہ اللہ کا رسولؐ اُن سے محبت کرتا تھا۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیّدنا محمد باقرؒ، سیّدنا ابو بکرؓ اور سیّدنا عمرؓ کو بہت محبت کرتے تھے اور اُن کے لیئے ہر وقت استغفار کرتے رہتے تھے۔

(ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۶)

سیّدنا جعفر الصّادقؒ کے تأثرات

سیّدنا محمد باقرؒ کے صاحبزادے سیّدنا جعفر الصادقؒ نے بھی اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے صحابہ کرامؓ اور خصوصی طور پر سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے بارہ میں اسی قسم کے جذبات و تأثرات کا اظہار فرمایا ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے حفص بن غیاث سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت جعفر الصادقؒ کو یہ فرماتے ہوئے خود اپنے کانوں سے سُنا کہ :-

ما ارجو من شفاعة علی شیئًا الا وانا ارجو من شفاعة ابی بکر مثله لقد ولدنی مرّتین۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۱۵۷)

جس قدر میں سیدنا علیؓ سے شفاعت کی توقع رکھتا ہوں اسی قدر مجھے ابو بکرؓ سے شفاعت کی امید ہے۔ کیونکہ ابو بکرؓ نے مجھے دو مرتبہ جنا ہے۔

صاحبِ کشف الغمۃ علّامہ علی ابن عیسٰی الاربلی نے بھی سیّدنا جعفر الصّادقؒ سے یہی الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

لقد ولدنی ابو بکر مرّتین

بے شک مجھے ابو بکرؓ نے دو بار جنا ہے (کشف الغمۃ ج ۲، ص ۳۷۳ بیروت)

اسی طرح امام حاکم نیشاپوریؒ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ سیدنا جعفر الصادقؒ فرمایا کرتے تھے :-

ابوبکر جدّی أیسبُّ الرجل جدّه لا قدّمنی الله ان لم اقدّمه (معرفۃ علوم الحدیث ص ۵۱، نوع ۱۷)

"سیّدنا ابو بکرؓ میرے جدّ ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے؟

اگر میں ان کو مقدم نہ سمجھوں تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی کسی جگہ مقدم نہ کرے۔"

وہ اپنی اس محبت و عقیدت کا اظہار سیدنا ابوبکرؓ سے اس طریقہ سے بھی کیا کرتے تھے کہ

یأتی القبر فیسلم علیهما مع تسلیمه علی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

وہ روضۂ رسولؐ پر جایا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کے بعد ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی قبروں پر بھی سلام پڑھتے۔

(کتاب الشافی ص ۲۳۸، شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۴، ص ۱۳، بحث فدک الفصل الثالث)

یہ سب کچھ سنتے پڑھتے بھی اگر کوئی شخص یہ سمجھے یا کہے کہ خانوادۂ رسولؐ، صحابہ کرامؓ اور خصوصی طور پر خلفائے ثلاثہ سے دلی طور پر محبت نہیں کرتا تھا، بلکہ ان کے دلوں میں اُن کے بارہ میں دشمنی اور کدورت کے جذبات موجزن تھے تو اس کو علم و عقل کا دیوالیہ پن نہ سمجھا جائے تو اور کیا سمجھا جاوے؟

آلِ ابی طالب میں خلفائے ثلاثہ کے نام

خانوادۂ نبوت خصوصی طور پر آلِ ابی طالب کی اسی محبت و مودت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنی اولاد کے نام بھی انہی حضرات کے ناموں پر رکھے۔ اگر آلِ ابی طالب کو ان حضرات سے ذرا بھی پرخاش یا عداوت ہوتی تو وہ کبھی بھی اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر نہ رکھتے۔ ہم اپنے آپ کو تو اتنے باغیرت سمجھتے ہیں کہ اپنے دشمنوں کا نام تک زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے، لیکن خانوادۂ رسولؐ کے بارہ میں ہمارے خیالات و جذبات کی یہ کیفیت ہے کہ انہیں اپنے جیسا بھی نہیں سمجھ رہے ہیں ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

حقیقت یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے ساتھ خانوادۂ رسولؐ اور آلِ ابی طالب کو

ایک گونہ محبّت و عقیدت تھی۔ اسی محبت و عقیدت کی وجہ سے ان حضرات نے اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے نام پر رکھے تھے۔

بعض عقل کے اندھے اور دل کے کوڑھی اپنی دِلی دشمنی کی وجہ سے اس ناموں کے بارہ یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ایک آدمی اپنی اولاد کو بُرا بھلا کہتا ہے اور کبھی کبھی گالی بھی دے لیتا ہے۔ اس وجہ سے سیدنا علیؓ، حضرات حسنینؓ اور افراد اہل البیت نے ان حضرات ثلاثہ کو بُرا بھلا کہنے کے لیئے اپنی اولاد کے نام اُن کے ناموں پر رکھے تھے۔

یہ بات عقل و خرد کے اندھے پن کی بیّن دلیل ہے۔ کیونکہ:۔

۱۔ سیّدنا علیؓ، حضرات حسنینؓ اور دیگر حضرات اہل بیت گالیاں دینے والے نہیں تھے بلکہ وہ تو ایک پاکیزہ فطرت لوگ تھے۔

۲۔ اگر خلفاء ثلاثہ کے ناموں پر اپنی اولاد کے نام اُن لوگوں نے بُرا بھلا کہنے اور گالیاں دینے کے لیئے رکھے تھے تو سیّدنا علیؓ کے ایک صاحبزادے کا نام محمّد بن الحنفیہؒ تھا اور سیّدنا حسینؓ کے ایک صاحبزادے کا نام بھی محمّد تھا۔ کیا یہ نام بھی انہوں نے اسی لیئے رکھا تھا؟ (معاذاللہ)

شیعہ اور سُنی حضرات کی کتبِ تواریخ میں جہاں سیّدنا علیؓ کی اولاد کے نام مذکور ہیں وہاں ابوبکر بن علیؓ، عمر بن علیؓ اور عثمان بن علیؓ کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ ج ۲، ص ۶۶، ۶۸۔ عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب ص ۳۶۱۔ جلاء العیون، ذکرِ اولادِ علیؓ، تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۲۸، کتاب المعارف لابن قتیبہ تحت ولد علیؓ بن ابی طالب۔ جمہرۃ الانساب لابن حزم الاندلسی، ذکر اولاد علیؓ ص ۳۷۔ نسبِ قریش لابی عبداللہ معصب بن عبداللہ الزبیری ص ۴۳۔ منتہی الآمال عباس قمی ص ۱۸۷۔

اسی طرح انہی کتابوں میں جہاں سیّدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا زین العابدینؒ

کی اولاد کے نام دیئے ہوئے ہیں۔ وہاں بھی ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے نام موجود ہیں۔
ابن حزم نے لکھا ہے:۔

قتل ابوبکر وجعفر وعثمان والعباس مع اخیهم الحسینؓ

ابوبکر بن علیؓ۔ جعفر بن علیؓ۔ عثمان بن علیؓ اور عباس بن علیؓ اپنے بھائی حسینؓ بن علیؓ کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ (جمہرۃ الانساب ص ۳۸)

سیّد محمّد باقرؒ کا بیان

سیّدنا محمد باقرؒ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک فرمان نقل کیا ہے کہ،

فاذا اتاکم الحدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ عزّ وجلّ وسنّتی فما وافق کتاب اللہ وسنّتی فخذوا بہ وما خالف کتاب اللہ وسنّتی فلا تأخذوا بہ۔

"جب کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنّت پر پیش کرو۔ جو کتاب اللہ اور میری سُنّت کے مطابق ہو اُسے قبول کر لو، اور جو ان دونوں کے خلاف ہو اُسے ہرگز قبول نہ کرو۔"

(احتجاج طبرسی ص ۲۲۹)

سیّدنا فاروق اعظمؓ خلیفۂ اسلام کی حیثیت سے

سیّدنا ابوبکرؓ صدّیق کے انتقال کے بعد سیدنا فاروق اعظم خلیفہ ہوئے۔ تاریخ کے رپورٹر اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ سیّدنا علیؓ اور اہل بیتِ نبوّت میں سے کسی شخص نے بھی ان کی بیعت سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح برضا و رغبت ان کی بیعت کی۔

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ آخری ایام میں سیّدنا صدّیق اکبرؓ کا مرض روز بروز بڑھ رہا تھا اور آپ کو افاقہ کی توقع نہ رہی، تو آپ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو بُلا کر اپنی جانشینی کے بارے میں ان سے مشورہ کیا۔ اور سیّدنا عمرؓ کا نام پیش فرمایا۔ صحابہ کرامؓ کی اکثریت سیّدنا عمرؓ کے خلیفۃ المسلمین بننے کے حق میں نہ تھی۔ حتیٰ کہ جلیل القدر صحابیؓ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سیدنا طلحہؓ نے بھی سیدنا عمرؓ کی سختی کی وجہ سے آپ کے حق میں رائے نہ دی۔ لیکن سیدنا ابوبکرؓ کی بصیرت یہ سمجھتی تھی کہ جو شخص دنیا کے معاملات میں سخت ہے وہ دین کے بارہ میں بھی یقیناً سخت ہوگا۔ اور اُمّت کے لیئے مفید ثابت ہوگا۔ چنانچہ جب سیدنا طلحہؓ نے یہ کہا کہ "امیرالمومنین! آپ عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں حالانکہ وہ بہت سخت ہیں" تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ" جب اُن پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو ان کو خود بخود نرم ہونا پڑے گا" اسی طرح کا جواب آپ نے سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے اعتراض کے بارہ میں بھی دیا کہ "عمرؓ اس لیئے سخت ہے کہ میں نرم تھا۔ جب خلافت کا بارِ گراں ان کے کاندھوں پر پڑے گا تو وہ خود بخود نرم ہو جائیں گے۔"

سیّدنا ابوبکرؓ نے سیدنا عثمانؓ سے بھی اپنا جانشین مقرر کرنے کے بارہ میں مشورہ کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ "عمرؓ سے بہتر کوئی آدمی نہیں۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے

ت اچھا ہے۔" سیدنا عثمانؓ کے جواب سے سیدنا صدیق اکبرؓ نے عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کرنے
د قطعی فیصلہ فرما لیا۔ لیکن کسی پر اپنے اس فیصلہ کو ظاہر نہ فرمایا۔ جب بیماری نے اور زیادہ شدت
ختیار کر لی تو آپ نے سیدنا عثمانؓ کو طلب فرمایا تاکہ وصیت نامہ انہی سے لکھوایا جائے۔ چنانچہ
م اور دوات منگوا کر سیدنا عثمانؓ سے فرمایا کہ میری طرف سے وصیت لکھو:۔

هذا ما عهد ابوبكر ابن ابي قحافة الى المسلمين - اما بعد،
فانّي قد استخلفت عليكم ؟

ا ی اتنا ہی املا کروایا تھا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ سیدنا عثمانؓ نے وصیت نامہ میں اپنی طرف
سے یہ الفاظ بڑھا دیئے۔" عمرؓ بن الخطاب" یعنی میں تم پر عمرؓ بن الخطاب کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں
تھوڑی دیر کے بعد جب سیدنا صدیق اکبرؓ کو ہوش آیا تو آپ نے سیدنا عثمانؓ سے پوچھا
ک یا لکھا؟" آپ نے جو کچھ لکھا تھا وہ پڑھ کر سنا دیا۔ جب سیدنا عثمانؓ نے عمرؓ بن الخطاب
کا نام پڑھا تو سیدنا صدیق اکبرؓ کے منہ سے نکلا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" اور فرمایا، عثمانؓ! حق تعالیٰ
تم کو جزائے خیر عطا فرمائے تم نے میرے دل کی بات لکھ دی۔ (تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو
ا ۔ بی الحدید ج ۱، ص ۱۶۵، الامامۃ والسیاسۃ ج ۱، ص ۱۹ ۔ العواصم من القواصم ص ۵۱،
عثمان بن عفان للعقاد ص ۱۵۰)

سیدنا عمرؓ کی بیعت کے بارہ سیدنا علیؓ کا کردار

سیدنا صدیق اکبرؓ اس دارِ فانی سے انتقال فرما کر دارِ غیر فانی کو چلے گئے

سیدنا عثمانؓ کے ہاتھوں اہلِ اسلام کے سامنے وہ وصیت نامہ پیش کیا گیا۔ اور پوچھا گیا کہ اس
تحریر میں جس شخص کو خلیفۃ المسلمین تجویز کیا گیا ہے کیا وہ آپ سب حضرات کو منظور ہے؟
تمام لوگوں نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ لیکن سیدنا علیؓ نے جس طریقہ سے اپنی رضامندی کا
اظہار فرمایا، وہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ خلیفۃ المسلمین کا نام ابھی ظاہر نہیں کیا گیا، ابھی
صرف یہی پوچھا گیا تھا کہ جس شخص کو اس تحریر میں خلیفہ مقرر کیا گیا ہے وہ تمہیں منظور ہے کہ

نہیں ؛ لیکن سیّدنا علیؓ نے بلا جھجک جو جواب دیا، تاریخ کے اوراق نے اس کو محفوظ رکھا ہے، آپ نے برملا فرمایا :۔

لا نرضیٰ الاّ ان یکون عمر بن الخطاب

ہم سوائے عمرؓ بن الخطاب کے اور کسی سے راضی نہیں ہوں گے

(اسد الغابہ ج ۴، ص ۷۰ ۔ تاریخ الخلفاء ص ۶۱ مصر ۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۴۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا علیؓ نے کمال حوصلگی سے سیدنا عمرؓ کی خلافت کو قبول فرمایا اور ان کی بیعت کرنے میں کسی قسم کی کوئی ہچکچاہٹ نہ کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد والے لوگوں نے ان دونوں حضرات کے بارہ میں جو افسانے تصنیف کیئے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے تھے اور سیّدنا علیؓ خود خلافت کے امیدوار تھے۔ یہ سب دشمنانِ صحابہؓ نے امت میں تشتت وافتراق کے لیئے بنائے ہیں۔ حقیقت ان سے کوسوں دُور ہے۔ چنانچہ مودّت محبت اور اعتراف فضل کے پیشِ نظر سیدنا علیؓ، سیدنا عمرؓ کے پورے عہدِ خلافت میں دلی طور پر اُن سے ہر قسم کا تعاون فرماتے رہے۔ اور سیّدنا عمرؓ نے صدقات، دِیت، شراب پینے کے بارہ، وظائف اور عراق کی مفتوحہ زمینوں کے بارہ میں جو بھی مشورے اُن سے پوچھے۔ سیّدنا علیؓ نے اپنے علم و دیانت کی روشنی میں اُن کے جوابات دیئے۔ سیّدنا عمرؓ کو جب کبھی دُعا دینے کا وقت آیا تو آپ نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کو نہ صرف خلوت میں بلکہ لوگوں کے اجتماعات میں بھی دُعائیں دیں۔ چنانچہ تاریخ نے اپنے سینے میں اس واقعہ کو ابھی تک محفوظ رکھا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کے دَورِ خلافت میں ایک دفعہ سیّدنا علیؓ عشاء کے وقت مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ لوگ تراویح میں مشغول ہیں۔ روشنی کا اچھا خاصا انتظام ہے۔ مسجد تلاوت قرآن حکیم سے گونج رہی ہے۔ یہ دل افروز منظر دیکھ کر سیدنا علیؓ نے فرمایا :۔

نوّر اللہ علی عمر قبرہ کما نوّر علینا مساجدنا

اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو منوّر فرمائے جس طرح انہوں نے ہماری مسجدوں کو

روشن فرمایا۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید ج ۳ ، ص ۲۶۶ ؛ تاریخ الخلفاء ص ۹۷ ۔ قیام اللیل لمحمد بن نصر المروزی ص ۱۵۶)

سیدنا علیؓ نے سیدنا عمرؓ سے نہ صرف زبانی محبت و مودت کا مظاہرہ فرمایا بلکہ اپنی نورِ چشم اور پیاری بیٹی سیدہ اُمِّ کلثومؓ ان کے حبالۂ عقد میں دے کر اُن کو اپنی دامادی کے شرف سے بھی نوازا۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔

سیدنا عمرؓ کی سیدنا علیؓ سے محبت

سیدنا علیؓ کی سیدنا عمرؓ سے محبت و اُلفت یک طرفہ (ONE WAY) نہیں تھی بلکہ سیدنا عمرؓ بھی اُن سے ایسی ہی والہانہ محبت فرماتے تھے جو ایک حقیقی بھائی اپنے بھائی سے کرتا ہے۔ تمام اہم اُمور میں آپ سیدنا علیؓ کو اپنے مشورہ میں شریک کرتے اور آپ کے مشورہ پر عمل بھی فرماتے۔ سیدنا فاروقِ اعظمؓ نہ صرف سیدنا علیؓ ہی سے محبت فرماتے بلکہ ہر اس شخص کو عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھتے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی تعلّق ہوتا۔

سیدہ فاطمہؓ سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیٹی سے بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے۔ سیدنا عمرؓ بھی سیدہ فاطمہؓ سے نہایت عزّت و توقیر سے پیش آتے چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ، سیدہ فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور کہا اے فاطمہؓ! میں نے تم سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں کسی کو محبوب نہیں دیکھا۔ اس وجہ سے

واللہ ما کان احد من النّاس بعد ابیك صلی اللہ علیہ وسلّم احبّ الیّ منك۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ، ص ۱۵۵)

اللہ کی قسم! میرے نزدیک بھی آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔"

سیدنا علیؓ سے فاروقِ اعظمؓ کی محبت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ نے جب بھی مدینہ طیبہ سے

باہر جانے کا ارادہ فرمایا تو سیدنا علی المرتضیٰؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ چنانچہ علامہ طبری، علامہ ابن کثیرؒ اور دوسرے کئی ایک مورخین نے اپنی تواریخ میں ان واقع کا تذکرہ فرمایا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ۱۴ھ، ۱۵ھ اور ۱۶ھ کے واقعات تاریخ طبری اور البدایۃ والنہایۃ سے۔ علامہ طبری نے ۱۴ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ :۔

خرج عمر وخلّف عليًّا على المدينة۔

۱۴ھ میں سیدنا عمرؓ سفر پر تشریف لے گئے اور سیدنا علیؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنا گئے۔ (طبری واقعات ۱۴ھ)

اسی طرح امام محمد ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمرؓ نے سیدنا علیؓ کو نجران کا گورنر اور والی بنا کر روانہ فرمایا۔ چنانچہ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ :۔

كتب عمر بن الخطاب الى اهل نجران انى قد استوصيت بعلىّ بمن اسلم منكم خيرًا وامرتُه ان يعطيه نصف ما عَمِلَ من الارض ولست اُريدُ اخراجكم منها ما اصلحتم ورضيت عملكم۔

امیر المومنین سیدنا عمرؓ بن الخطاب نے اہلِ نجران کو لکھا کہ میں علیؓ ابن ابیطالب کو آپ لوگوں کی طرف وصیت کر کے روانہ کر رہا ہوں کہ جو شخص تم میں سے ایمان لائے اس کے ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے۔ اور ان کو میں حکم دیتا ہوں کہ زمین کی کاشت کی صورت میں اس کی آمدنی کا نصف دیا کریں۔ اور اس سرزمین سے میں تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو گے۔ اور تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے گی۔ (کنز العمال ج ۲۔ ص ۳۱۳)

سیدنا علیؓ سے مشورہ

تاریخ کے اوراق میں یہ روایت بھی محفوظ ہے کہ سیدنا عمرؓ الفاروق جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے مختلف صحابہ کرامؓ سے اپنی

گزران کے بارہ میں مشورہ کیا کہ خلافت کے بار دوش سے قبل میری گزران تجارت پر تھی۔ اب چونکہ امورِ خلافت نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے۔ لہٰذا اب مجھے گھر کا خرچ چلانے کے لیے بیت المال سے کچھ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کتنا؟ سیدنا عثمانؓ بن عفان، سیدنا سعیدؓ بن زید، عمروؓ بن نفیل اور دیگر کئی ایک صحابہؓ نے یہ رائے دی کہ آپ اس مال سے خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ سیدنا عمرؓ نے سیدنا علیؓ سے اس بارہ میں دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں مشورہ دیا کہ آپ صرف اپنے اور اہل وعیال کے مصارف لے سکتے ہیں۔ سیدنا عمرؓ نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور اپنے پورے دورِ خلافت میں اس پر عمل فرمایا

(طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۲۱، طبری ج ۴، ص ۱۶۴)

طرفین میں محبت محبت وہی پائیدار ہوتی ہے جو بین الطرفین یعنی دونوں جانب سے ہو۔ سیدنا عمرؓ کی محبت کے پیشِ نظر سیدنا علیؓ بھی امیرالمومنین عمر الفاروقؓ سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ ۱۲ھ میں جب سیدنا عمرؓ نے عاتکہؓ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے شادی کی تو دعوتِ ولیمہ میں دوست احباب کو مدعو کیا۔ ان میں سیدنا علیؓ بھی شامل تھے۔ کھانے پینے سے فراغت کے بعد سیدنا عمرؓ نے سیدنا علیؓ سے فرمایا کہ آپ کو عاتکہؓ سے بات کرنے کی اجازت ہے۔ سیدنا علیؓ نے پردہ کے پیچھے سے سیدہ عاتکہؓ کو وہ چند اشعار یاد دلائے جو انہوں نے اپنے پہلے خاوند عبداللہؓ بن ابی بکرؓ کی وفات پر مرثیہ کے طور پر کہے تھے۔ ان اشعار میں پہلا شعر یہ تھا۔

فَآلَیْتُ لَا تَنْفَکُّ عَیْنِیْ حَزِیْنَةً
عَلَیْکَ وَلَا یَنْفَکُّ جِلْدِیْ اَغْبَرَا

ترجمہ:۔ اے میرے شوہرِ نامدار! میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ تجھ پر میری آنکھ ہمیشہ غمگین وحزیں رہے گی۔ اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔

سیدہ عاتکہؓ نے جب یہ اشعار سنے تو رونے لگیں۔ سیدنا عمرؓ نے سیدہ عاتکہؓ کو روتے

ہوئے دیکھا تو سیدنا علیؓ سے فرمایا: ابوالحسنؓ! آپ اس کو غمگین اور غمناک کر رہے ہیں عورتیں، تو اسی طرح کیا کرتی ہیں۔

(الاستیعاب ج ۴، ص ۳۵۵ - اسد الغابہ ج ۵، ص ۲۹۸)

سیدنا علیؓ کی سیدنا عمرؓ سے محبت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ فتح نہاوند کے موقع پر سیدنا علی نے سیدنا عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

یا امیر المؤمنین! انّ ھذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولاقلّۃ ھو دینہ الّذی اظھرہ وجندہ الّذی اعزّہ وامدّہ بالملائکۃ حتی بلغ ما بلغ فنحن علی موعودٍ من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ومکانک فیھم یا امیر المؤمنین: مکان النّظام من الخرز یجمعہ ویمسکہ فاذا انحلّ تفرّق ما فیہ وذھب ثمّ لم یجتمع بحذافیرہ ابدًا والعرب الیوم وان کانوا قلیلاً فھم کثیرٌ عزیزٌ بالاسلام فاقم مکانک۔

اے امیر المؤمنین! دین اسلام کی فتح و نصرت اور ذلت و نکبت کا مدار افراد کی کثرت اور قلت پر موقوف نہیں، بلکہ یہ وہ دین ہے جس کو اللہ رب العزت نے غالب فرمایا۔ اور یہ وُہ گروہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود عزت دی اور ملائکہ کے ذریعے اس کی مدد فرمائی۔ یہاں تک کہ اس کو جہاں پہنچنا تھا وہاں تک پہنچا پس ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے۔ اور اپنے لشکروں کی اعانت و امداد کرنے والا ہے۔

اے امیر المؤمنین! اہل ایمان کے لیے آپ کا مقام ایسا ہے جیسے تسبیح کے دانوں کے لیے دھاگہ کا ہوتا ہے۔ دھاگہ تسبیح کے دانوں کو پروتے اور اکٹھے کیے ہوئے

ہوتا ہے جب وہ دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس کے تمام جمع شدہ دانے منتشر ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ اس طرح جمع نہیں ہو سکتے۔ عرب اگرچہ آج کل قلیل ہیں لیکن اسلام کی وجہ سے وہ کثیر ہیں "

اے امیر المؤمنین آپ اپنے مقام پر تشریف رکھیئے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۰۷)

سیدنا عمرؓ کے بارہ میں سیدنا علیؓ کے ان جذبات کا شیعہ حضرات کی کتابوں میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا علیؓ کے خطبات اور مکتوبات پر مشتمل کتاب نہج البلاغۃ میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو نہج البلاغۃ ج ۱، ص ۲۶۴)

ان دونوں حضرات کی محبت کے اظہار کے یہ چند واقعات ہیں جو یہاں نقل کیے گئے ہیں۔ وگرنہ تاریخ کے صفحات میں اس قسم کے اَن گنت واقعات مرقوم ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی آپس میں بہت محبت تھی۔ اور ایمان کی بدولت سے وہ حضرات آپس میں سگے بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔

سیّدنا عثمانؓ خلیفۂ اسلام کی حیثیّت سے

سیّدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے جہاں مصر، شام، عراق اور دوسرے کئی ایک ممالک کو فتح کیا وہاں سلطنتِ ایران کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی بلکہ سیّدنا عمرؓ کے زمانہ میں اسلام کرۂ ارض کے دور دراز علاقوں تک پہنچ گیا۔ اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ:-

"قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اسلام کو دوسری قوموں کی طرف منتقل نہیں کیا تھا بلکہ ان قوموں کو اسلام کی طرف منتقل کیا تھا۔"

اہلِ ایران کی نہ صرف حکومت تاراج ہوئی، بلکہ ان کی صدیوں پرانی تہذیب اور ہزارہا سالہ تمدن صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا۔ ان کے شہنشاہ کی ساری دولت، مالِ غنیمت کے طور پر اور اس کی بیٹیاں کنیزیں بن کر دربارِ فاروقی میں آئیں۔ اپنی اس شکست فاش اور اپنے اس تمدن اور تہذیب کی پامالی کا ایرانیوں کو از حد صدمہ تھا۔ لہٰذا انہوں نے سیّدنا عمرؓ کو راستہ سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "سیّدنا عثمانؓ ــــ شخصیّت اور کردار" جلد اوّل میں بیان کی ہے۔

اس منصوبے کی تکمیل ایک ایرانی ابولؤلؤ فیروز کے ذریعہ کی گئی جس نے سیّدنا عمرؓ کو عین نماز کی حالت میں ایک دودھارے خنجر سے شہید کر دیا۔ (ملاحظہ ہو طبری ج ۳، ص ۲۶۷۔ مستدرک حاکم ج ۳، ص ۹۱۔ ابن خلدون ج ۲، ص ۹۹۴)

سیدنا عمرؓ جب زخمی حالت میں بسترِ مرگ پر تھے تو بعض صحابہ کرامؓ نے ان سے درخواست کی کہ آپ بھی سیدنا ابوبکرؓ کی طرح اپنا کوئی جانشین مقرر فرما دیں۔ لیکن آپ نے

لیسا نہ کیا۔ پاس بیٹھے ایک شخص نے کہا کہ آپ اپنے فرزند ارجمند سیدنا عبداللہؓ کو اپنا جانشین مزد فرمادیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا:۔

ان کان خیرًا اصبنا منه وان کان شرًا فقد صرف عنا بحسب آل الخطاب ان یحاسب منهم رجل واحد ویسأل عن امر امة محمدؐ - اما لقد جهدت نفسی وحرمت اهلی فان نجوت کفافًا لا وزر ولا اجر انی لسعید۔

" اگر یہ خلافت کوئی بہتر شے تھی تو ہم نے اس میں سے اپنا حصہ لے لیا۔ اور اگر یہ کوئی بُری شے تھی تو اب یہ ہم سے چلی گئی، خطاب کی اولاد کے لیئے یہی کافی ہے کہ اُس کے صرف ایک آدمی ہی سے امرِ خلافت کے بارہ میں محاسبہ، اور اُمتِ محمدیہ کے بارہ میں سوال ہو۔ میں نے اپنی اہل کو خلافت کے فوائد سے محروم رکھنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ پھر بھی میں اگر برابر برابر چھوٹ جاؤں تو بہت کامیاب ہوں گا۔"

(عثمانؓ بن عفان، عباس محمود عقاد ص ۱۵۱، طبری ج ۳، ص ۲۹۲ - ابن اثیر ج ۳ ص ۶۵)

دُوسری بار پھر آپ سے کہا گیا کہ اپنا کوئی جانشین مقرر فرما جائیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

علیکم هؤلاء الرهط الذین قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انهم من اهل الجنة وهم علی و عثمان وعبدالرحمان وسعد والزبیر وطلحه فلیختاروا منهم رجلًا فاذا ولوا والیًا فاحسنوا مؤازرته واعینوا۔

"تم ان لوگوں میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کرو جن کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں اور وہ علیؓ، عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زبیر بن العوامؓ اور طلحہؓ بن عبیداللہ ہیں۔

ان میں سے ایک آدمی کو منتخب کر لو، جب وہ آپس میں سے ایک شخص کو والی بنالیں تو اس کی اعانت کرو۔

(طبری ج ۳، ص ۲۹۲، البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۴۷۔ ابن اثیر ج ۳ ص ۶۶۔ عثمان بن عفان ص ۱۵۲۔ انساب الاشراف ج ۵، ص ۱۸۔ ابن خلدون ج ۲ ص ۹۹۴)

سیدنا عثمانؓ کا انتخاب

ان چھ حضرات کی مجلس شوریٰ نے سیدنا عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو انتخاب خلیفہ کا اختیار دے دیا۔ انہوں نے تین شب و روز اس بارہ میں مدینہ طیبہ کے زندگی کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے سیدنا علیؓ اور سیدنا عثمانؓ کے بارہ میں مشورہ کیا۔

فلم یجد اثنین یختلفین فی تقدم عثمانؓ بن عفان۔

آپ کو دو آدمی بھی ایسے نہ ملے جو سیدنا عثمانؓ کو دوسروں پر ترجیح دینے میں مختلف ہوں۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۴۶)

طبری کی روایت میں ہے کہ :۔

ودار عبد الرحمن لیالہ یلقی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن فی المدینۃ من امراء الاجناد واشراف الناس یشاورھم ولا یخلو برجل الا امرہ عثمانؓ

عبدالرحمن بن عوفؓ

راتوں کو پھر پھر کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور مدینہ طیبہ میں موجود امراءِ لشکر اور معززینِ شہر سے ملاقات کرتے رہے۔ آپ جس شخص کو بھی ملے، اس نے آپ کو سیدنا عثمانؓ ہی کو خلیفہ مقرر کرنے کا مشورہ دیا۔ (طبری ج ۳ ص ۲۹۶)

اس مشورہ کے بعد سیدنا عبدالرحمٰنؓ نے نمازِ صبح سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ میں موجود مہاجرین اور انصار میں سے افضل اور اسبق لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کیا یہاں تک کہ مسجد

بھر گئی اور سیدنا عبدالرحمنؓ نے سیدنا عثمانؓ کی بیعت یہ کہہ کر کی کہ:-

انی قد نظرت وشاورت الناس فاذاھم لا یعدلون بعثمان۔

میں نے خود بھی غور و خوض کیا اور لوگوں سے بھی مشورہ کیا تو معلوم ہوا کہ لوگ عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ (طبری ج ۳، ص ۲۹۵)

بیعت کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ بار الٰہا! سن لے اور اس بات کا گواہ رہنا

۔ اللھم انی قد خلعت ما فی رقبتی من ذالک فی رقبۃ عثمانؓ۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۴۷)

اے اللہ! جو کچھ میری گردن پر بوجھ تھا میں نے وہ اتار کر عثمانؓ کی گردن پر ڈال دیا ہے (یہ تین مرتبہ فرمایا)

سیدنا علیؓ کی بیعت

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس وقت منبر کی اس سیڑھی پر تھے جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتے تھے۔ اور سیدنا عثمانؓ اس سے نچلے درجہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدنا عبدالرحمٰنؓ کے منہ سے یہ بات سن کر لوگوں کے ایک اژدہام نے سیدنا عثمانؓ کو گھیر لیا۔ اور باری باری ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنے لگے سب سے پہلے جس شخص نے سیدنا عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی وہ سیدنا علیؓ ابن ابی طالب تھے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ ہی نے لکھا ہے

وجاء الیہ الناس یبایعونہ وبایعہ علی ابن ابی طالب اولاً۔

اور لوگ آپ کی بیعت کے لیے بڑھنے لگے اور سب سے پہلے علیؓ بن ابی طالب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۴۷)

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؓ، سیدنا عثمانؓ سے خلوصِ نیت کے ساتھ محبت کرتے تھے، تبھی تو انہوں نے سیدنا عثمانؓ کے خلیفہ منتخب ہونے پر سب سے پہلے اُن کی بیعت کی۔ سیدنا علیؓ کا مقصد صرف اور صرف خدمت اسلام تھا، وہ خواہ حکومت کی

کرسی پر بیٹھ کر ہو یا بغیر حکومت کی کرسی کے ہو۔ سیدنا علیؓ ویسے بھی امارت سے زیادہ وزارت کو پسند فرماتے تھے۔ کیونکہ وزارت میں اتنی ذمہ داری نہیں ہوتی جتنی امارت میں ہوتی ہے۔
شاید یہی وجہ تھی کہ اپنے زمانۂ خلافت میں ایک مرتبہ فرمایا تھا:۔

انا لکم وزیرًا خیر لکم منّی امیرًا

میں تمہارا امیر بننے کی بجائے وزیر بننا اپنے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔

(نہج البلاغۃ الجزء الاوّل، ص ۱۷۹)

بعض صحابۂ دشمن حضرات نے لکھ دیا کہ سیدنا عثمانؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کی وجہ سے سیدنا علیؓ سخت کبیدہ خاطر اور ناراض تھے۔ حالانکہ عقل و نقل کی رو سے ایسا کہنا صحیح اور درست نہیں ہے۔ اگر سیدنا علیؓ، سیدنا عثمانؓ کی خلافت سے کبیدہ خاطر ہوتے تو وہ کبھی بھی سب سے پہلے اُن کے ہاتھ پر بیعت نہ فرماتے۔ جیسا کہ حدیث و تاریخ کی قریباً سب کتابوں میں مرقوم ہے بلکہ بخاری میں بھی ہے کہ جب سب سے پہلے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سیدنا عثمانؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ تو دوسرے نمبر پر سیدنا علیؓ نے ان کی بیعت کی۔

قال (عبدالرحمٰن) ارفع یدك یا عثمان! فبایعه فبایع له علی و ولج اهل الدار فبایعوه۔ (بخاری ج ۱، ص ۵۲۵)

"سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا عثمانؓ! اپنا ہاتھ بڑھایئے۔ پس انہوں نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد سیدنا علیؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر اہلِ مدینہ اندر داخل ہوئے اور انہوں نے باری باری سیدنا عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔"

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:۔

بایعه علی ابن ابی طالب اولًا۔

سب سے پہلے علیؓ بن ابی طالب نے عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۴۷، التمہید والبیان ص ۱۱)

سیدنا علیؓ کے بیعت کرنے کے بعد پھر اور لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔

ثم تتابع النّاس فبایعوا

پھر لوگوں نے سیّدنا علیؓ کی متابعت میں سیّدنا عثمانؓ کی بیعت کی۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۲۵ ، طبقات ابن سعد ج ۳ ، ص ۴۳)

(تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو ابن خلدون ج ۴ ، ص ۹۹۶ ، طبری ج ۳ ، ص ۳۰۲ ۔ السنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ، ص ۱۵۱ ۔ المصنف عبدالرزاق ج ۵ ، ص ۴۷۸ ۔ التمہید والبیان ص ۱۱ ۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ، ص ۴۲ ، ۴۳ ۔ شرح نہج البلاغۃ ج ۲ ، ص ۹۷ ، ۶۱۷ ۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ، کتاب ۲ ، ص ۴۴۹)

طبری کی ایک روایت میں تو یہاں تک آتا ہے کہ :۔

فرجع علی یشق النّاس حتی بایع

سیدنا علیؓ ہجوم کو چیرتے ہوئے واپس آئے یہاں تک کہ سیدنا عثمانؓ کی بیعت کی ۔

(طبری ج ۳ ، ص ۳۰۲)

اور نہ صرف آپ کے ہاتھ پر برضاء و رغبت بیعت کی بلکہ ان کے ایام خلافت میں ان کے مشیرِ خاص اور ایامِ فتنہ میں ان کے معاون و مددگار بھی رہے ۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو میری کتاب " سیّدنا عثمانؓ شخصیت و کردار ج ۱ ۔

ایامِ شورش میں سیّدنا علیؓ کا تعاون

یہ تھیں وہ روایات جن سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علیؓ نے سب سے پہلے سیّدنا عثمانؓ کی بیعت کی اور جبری بیعت نہیں کی ۔ بلکہ رضاء و رغبت سے بیعت کی ۔ جب سیّدنا عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو اُن کے سارے دورِ خلافت میں ہمدرد اور خیر خواہ بن کر اُن کے ساتھ تعاون کرتے رہے ۔ خصوصی طور پر سیّدنا عثمانؓ کے خلاف شورش کے زمانہ میں تو سیّدنا علیؓ نے اپنی جان تک کی بازی لگا دی تھی ۔ (ملاحظہ ہو مولف کی کتاب " سیدنا عثمانؓ ، شخصیت و

کردار) چنانچہ فتنہ کے زمانہ میں جب چھ سو شورش پسندوں نے مدینہ طیبہ پر یورش کی تو امیرالمومنین سیدنا عثمانؓ نے سیدنا علیؓ سے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی ان کو سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا جائے۔ ان چھ سو شورش پسندوں میں عبدالرحمٰن بن عدیس، کنانہ بن بشر، سودان بن حمران قائدین تحریک بھی تھے۔ اور محمد بن ابی بکرؓ جو کہ سیدنا علیؓ کے ربیب تھے وہ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ سیدنا علیؓ نے ۳۰ صحابہؓ کی معیت میں مدینہ میں داخل ہونے سے قبل ہی ان کو سمجھا بجھا کر واپس بھیج دیا۔ اور کچھ ان لوگوں نے امیرالمومنینؓ پر اعتراضات کیے، ان کا بھی شافی جواب دیا۔ بعد میں آپ نے امیرالمومنینؓ کو اس کی اطلاع دی اور کہا کہ آپ لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیں، اس سے حالات کے سدھار میں بہت فائدہ ہوگا۔ چنانچہ آپ کے کہنے پر امیرالمومنینؓ نے مسجد نبویؐ میں بڑی موثر تقریر کی جس کے متعلق ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ:-

وارسل عینیہ فبکی المسلمون اجمعون

آپ (امیرالمومنینؓ) کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے اور سب مسلمان بھی زار و قطار رو رہے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۷۲)

اسی طرح جب دوسری دفعہ مصر، کوفہ اور بصرہ کے شورش پسندوں نے مدینہ طیبہ پر یورش کی اور یہ لوگ مدینہ طیبہ سے تین منزل کے فاصلہ پر پہنچ کر رک گئے۔ اور اہل بصرہ نے ذوخشب، اہل کوفہ نے اعوص اور اہل مصر نے ذوالمروہ کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے تو انہوں نے کچھ لوگوں کو مدینہ طیبہ میں حالات کے مطالعہ کے لیئے بھیجا۔ ان لوگوں نے مدینہ طیبہ میں سیدنا علیؓ، سیدنا زبیرؓ، سیدنا طلحہؓ اور دوسرے لوگوں سے مل کر انہیں اپنے اصلی مقصد سے آگاہ کیا اور کہا کہ ہم امیرالمومنینؓ اور ان کے گورنروں کی معزولی کے لیئے آئے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ ہمیں مدینہ طیبہ آنے کی اجازت دیں۔ لیکن:-

فکل الناس أبی دخولھم ونھی عنہ

سب لوگوں کے ان کے داخلے سے انکار کر دیا، اور اس سے منع کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۷۴)

مؤرخین نے لکھا ہے کہ سیدنا علیؓ، سیدنا طلحہؓ اور سیدنا زبیرؓ کے پاس جب یہ لوگ گئے اور انہیں اپنے مقصد سے آگاہ کیا تو:

"ان تینوں نے بآواز بلند انہیں اپنے پاس سے دھتکار دیا اور فرمایا کہ نیک اور صالح لوگوں کو یقین ہے کہ ذی المروہ اور ذی خشب کے لشکر جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ملعون ہیں۔ تم واپس چلے جاؤ۔ خدا تمہارا ساتھی اور حامی نہ ہو۔" (البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۷۴، ابن اثیر ج ۳، ص ۸۰، طبری ج ۳، ص)

ان حضرات کے اس بیان سے یہ لوگ مایوس ہو کر واپس اپنے لشکروں میں چلے گئے اور ان کو ان تمام حالات سے آگاہ کیا۔

شورش پسند بظاہر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے واپس چلے گئے:

اظہروا للناس انھم راجعون الی بلدانھم

انہوں نے لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے اپنے شہروں کو واپس جا رہے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۷۴)

لیکن ایک روز یکایک اہلِ مدینہ نے مدینہ کی گلیوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کا شور سنا۔ دیکھا تو باغیوں کی ایک کثیر تعداد مدینہ کی گلیوں میں دوڑ رہی تھی۔ ان میں اکثر تو سیدنا عثمانؓ کے گھر کی طرف چلے گئے اور ایک گروہ نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اعلان کر دیا

من کف یدہ فھو آمن۔

جو اپنے ہاتھ کو روک لے گا، اس کو امان دی جائے گی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۷۴، ابنِ اثیر ج ۳، ص ۸۰)

شورش پسندوں کی اس یورش سے اہلِ مدینہ خوفزدہ اور پریشان ہو گئے۔ لیکن چند

صحابہؓ نے جن میں سیدنا علیؓ بن ابی طالب بھی شامل تھے. مفسدین سے ان کے واپس آنے کا سبب پوچھا

ما ردکم بعد ذھابکم ورجوعکم عن رأیکم۔

تمہارے جانے کے بعد دوبارہ واپس آنے اور تمہارے اپنی رائے سے رجوع کرنے کی کیا وجہ ہے ؟

انہوں نے جواب دیا :۔

اخذنا مع برید کتاباً یقتلنا

ہم نے قاصد سے ایک خط پکڑا ہے جس میں ہمارے قتل کا حکم ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۷۴ - ابن اثیر ج ۳، ص ۸۰)

سیدنا علیؓ نے ان سے سوال کیا۔

"اے اہل کوفہ، اور اے اہل بصرہ ! اہل مصر کو جو واقعہ پیش آیا ہے کہ انہوں نے ایک قاصد کو پکڑ کر اس سے ایک خط حاصل کیا ہے اس واقعہ کا تمہیں کیسے علم حاصل ہوگیا جب کہ تم کئی منزلیں طے کر چکے تھے. پھر تم اکٹھے ہو کر یہاں آ گئے. بخدا ! یہ تو مدینہ ہی میں کی گئی ایک سازش ہے۔"

حسنینؓ کی قصرِ خلافت پر پہرہ داری

بغور ملاحظہ فرمایئے کہ سیدنا علیؓ نے کس طریقے کے ساتھ سیدنا عثمانؓ کی وکالت کرتے ہوئے مفسدین کو لاجواب کر دیا جس سے عیاں ہوتا ہے کہ ان حضرات کے مابین کس قدر الفت اور محبت تھی۔ چنانچہ جب سیدنا عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو اور صحابہ زادوں کے ساتھ سیدنا علیؓ نے بھی اپنے دونوں صاحبزادوں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو امیرالمومنینؓ کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ صاحب مروج الذہب اور دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ جب سیدنا عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا اور سیدنا علیؓ کو ان کی شہادت کا پتہ چلا تو آپ قصر خلافت میں غمگین و

میں داخل ہوئے۔

وقال لابنيه كيف قتل امير المؤمنين وانتما على الباب؟ ولطم الحسن وضرب صدر الحسين وشتم محمد بن طلحه ولعن عبد الله بن الزبير

(مروج الذہب ج ۲، ص ۳۴۵ بیروت۔ انساب الاشراف ج ۵ ص ۶۹)

اور اپنے دونوں صاحبزادوں (سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ) سے پوچھا کہ امیر المؤمنین عثمانؓ کیسے شہید ہو گئے؟ جب کہ تم دونوں دروازے پر موجود تھے؟ اس کے بعد آپ نے سیدنا حسنؓ کے منہ پر تھپڑ مارا، اور سیدنا حسینؓ کے سینہ پر ایک دو ہتڑ مارا۔ سیدنا محمد بن طلحہؓ کو برا بھلا کہا اور سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ کو لعن طعن کی۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ محاصرہ کے دوران حفاظتی تدابیر کرتے ہوئے ایک وقعہ ایسا بھی آیا کہ سیدنا حسنؓ بن علیؓ شدید زخمی ہو گئے۔

وقد رمى الناس عثمان بالسهام حتى خضب الحسن بالدماء على بابه...... وشج قنبر مولى على۔

اور لوگوں نے سیدنا عثمانؓ پر تیر اندازی کی یہاں تک کہ سیدنا حسنؓ سیدنا عثمانؓ کے قصر خلافت کے دروازہ پر خون آلود ہو گئے... اور سیدنا علیؓ کے غلام، قنبر بھی زخمی ہوئے۔ (انساب الاشراف ج ۵ ص ۹۵)

علامہ ابن کثیرؒ نے سیدنا حسنؓ کے ساتھ سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ اور سیدنا مروان بن حکمؓ کا زخمی ہونا بھی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۸۸)

دوران محاصرہ جب پانی کی قلت ہوئی اور شورش پسندوں نے قصر خلافت کی پانی کی سپلائی روک دی تو سیدنا علیؓ نے قصر خلافت میں پانی پہنچایا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۶۸، ۷۷، ابن اثیر ج ۳ ص ۸۷، حاشیہ

منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۳۵ وغیرہ۔

سیدنا عثمان کو شورش پسندوں نے شہید کر دیا۔ اس بات کا سیدنا علیؓ کو اتنا صدمہ ہوا کہ ایک طرف تو آپ نے ان صحابہ زادوں کو زجر و توبیخ کی بلکہ حضرات حسنینؓ کو مارا پیٹا بھی جو قصرِ خلافت کی حفاظت پر مامور تھے۔ اور دوسری طرف روایات میں آتا ہے کہ سیدنا علیؓ قصرِ خلافت پہنچے، سیدنا عثمانؓ کے جسد مبارک کو دیکھا

فوقع علیہ وجعل یبکی حتی ظنوا انہ سیلحق بہ

تو روتے ہوئے ان پر گر پڑے یہاں تک کہ دیکھنے والے یہ سمجھنے لگے کہ سیدنا علیؓ کا بھی دم نکل جائے گا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۹۳)

شہادتِ عثمانؓ کا صدمہ

سیدنا علیؓ اس سانحۂ عظیم پر سخت مغموم ہوئے۔ اور آپ نے اپنے اس رنج وغم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا جن کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ:-

وکان علی یقول اللھم العن قتلۃ عثمان فی البر والبحر والسھل والجبل۔ (منہاج السنۃ ج ۲، ص)

اور سیدنا علیؓ فرمایا کرتے تھے، اے اللہ! بحر و بر اور میدانوں اور پہاڑوں میں قاتلینِ عثمانؓ پر لعنت فرما۔

• امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ نے ہر موقع پر اس بات کا اظہار فرمایا کہ قتلِ عثمانؓ سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے سیدنا علیؓ کے ان تمام اقوال کو جو آپ نے مختلف مواقع پر شہادتِ عثمانؓ سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے فرمائے تھے، جمع کر دیا ہے۔ ایک موقع پر سیدنا علیؓ نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا۔

اللھم انی ابرأ الیک من دم عثمانؓ

"اے اللہ! میں تیرے حضور خونِ عثمانؓ سے اپنی برئیت کا اظہار کرتا ہوں۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۹۳)

ایک اور موقع پر آپ نے شہادت عثمانؓ کے بارہ میں اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان فرمائے:-

ان شاء الناس حلفت لهم عند مقام ابراهيم بالله و ما قتلت ولا امرت بقتله ولقد نهيت فعصوني۔

اگر لوگ چاہیں تو میں مقام ابراہیمؑ پر قسم کھانے کو تیار ہوں کہ نہ تو میں نے خود عثمانؓ کو قتل کیا اور نہ اس کے قتل کا کسی کو حکم دیا۔ بلکہ میں نے باغیوں کو ان کے قتل سے روکا، لیکن انہوں نے میری نافرمانی کی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۹۳)

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے روز سیدنا علیؓ کو فرماتے سنا:

واللّٰه! ما قتلت ولا امرتُ ولكني غلبتُ۔

بخدا: نہ تو میں نے خود عثمانؓ کو قتل کیا اور نہ میں نے قتل کا حکم دیا۔ بلکہ میں باغیوں سے مغلوب ہوگیا۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۹۳، طبقات ج ۳، ص ۸۲، مصنف عبدالرزاق ج ۱۱، ص ۴۵۰)

سیدنا علیؓ کی قاتلینِ عثمانؓ سے بیزاری کا یہ اظہار اور قتل عثمانؓ سے اپنی برئیت کا یہ اعلان اس بات کی بین دلیل ہے کہ سیدنا علیؓ کو سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا ازحد رنج و غم تھا۔ کیونکہ سیدنا عثمانؓ ان کے ساتھی، ان کے ہم زلف، امتِ رسولؐ کے ذوالنورین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، اور خلیفہ راشد تھے۔ اور سیدنا علیؓ کو ان سے ایک قلبی تعلق تھا۔ جس کا اظہار انہوں نے اس کی زندگی میں بھی کیا اور ان

کی شہادت کے بعد بھی

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کو امیر الحج بنانا

باغیوں نے جب قصرِ خلافت کا محاصرہ کر لیا اور سیدنا عثمانؓ کی مسجد نبوی اور دوسرے مکانوں تک آمد و رفت روک دی گئی۔ ان ایام میں ایک روز سیدنا عثمانؓ نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کو بلوایا اور فرمایا کہ حج کا موسم آگیا ہے لہٰذا آپ میری طرف سے امیرِ حج بن کر انتظامات حج کے لیئے جائیے۔
سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا۔

یا امیر المؤمنین! لَجہاد ھؤلاء احبّ الیّ من الحج، فاقسم علیہ لینطلقن فانطلق ابن عباس علی الموسم تلک السنۃ۔

"اے امیر المؤمنین! ان باغیوں سے جہاد کرنا میرے نزدیک حج پر جانے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ سیدنا عثمانؓ نے انہیں قسم دے کر فرمایا کہ آپ ضرور جائیں چنانچہ سیدنا ابن عباسؓ اُس سال یعنی ۳۵ھ میں امیر حج بن کر تشریف لے گئے۔"
(طبری ج ۳، ص ۴۱۸۔ ابن خلدون ج ۲، ص ۱۰۵۱۔ ابن اثیر ج ۳، ص ۸۷۔ التمہید والبیان ص ۱۲۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۸۷۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۷۶)

- تمام صحابہ کرامؓ میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کو امیر الحج مقرر کر کے بھیجنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کو بنو ہاشم کی اولاد سے خاص انس اور محبت تھی۔ وگرنہ بنو امیہ میں سے کئی حضرات مدینہ طیبہ میں اُس وقت موجود تھے۔ آپ نے ان کو نہیں بھیجا، لہٰذا یہ کہنا کہ بنو امیہ اور بنو ہاشم میں ایک مخاصمت تھی۔ جو اسلام لانے کے بعد بھی ختم نہ ہوئی بالکل غلط ہے۔ اور دشمنانِ اہل بیت و صحابہ کا ایک افترا اور بہتان ہے۔
سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ نے قصرِ خلافت کے محاصرہ میں امیر المؤمنین کی مدافعت

کی۔ ان حضرات نے یہ مدافعت کیوں کی؟ اس لیئے کہ:۔

کان عثمان بن عفان یکرم الحسن والحسین ویحبھما

سیّدنا عثمان بن عفان سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کی تکریم کرتے تھے۔ اور ان سے محبّت کرتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۳۶)

اسی محبّتِ عثمانی کا نتیجہ تھا کہ جب سیّدنا عثمانؓ پر مشکل وقت آن پڑا تو ان دونوں حضرات نے ان کے لیئے اپنی جان تک کی بازی لگا دی۔ اسی طرح سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ کے بارہ میں علاّمہ بلاذری نے لکھا ہے:۔

مازال ابن عباس ینھی عن قتل عثمان و یعظم شانہ

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ باغیوں اور شورش پسندوں کو ہمیشہ قتلِ عثمانؓ سے روکتے رہتے، اور ان کی بزرگی اور عظمتِ شان ان سے بیان فرماتے رہتے۔

(انساب الاشراف ج ۸، ص ۱۰۱)

لیکن جب سیّدنا ابن عباسؓ کو پتہ چلا کہ باغیوں نے سیّدنا عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے تو آپ نہایت غمناک ہوئے اور فرمایا:۔

ولو انّ النّاس اجمعوا علی قتل عثمان لرموا بالحجارۃ کما رمی قوم لوط۔

اگر تمام لوگ قتلِ عثمانؓ پر اتفاق کر لیتے تو ان پر قوم لُوط کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے پتھر برستے۔ (انساب الاشراف ج ۵ ص ۱۰۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۶)

تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب سیّدنا عثمانؓ۔ شخصیت اور کردار جلد اوّل۔

ان واقعات کی روشنی میں صاف پتہ چلتا ہے کہ اہل بیتِ نبوّت، خانوادۂ بنو ہاشم اور دیگر صحابہ کرامؓ کے تعلقات کی وہ کیفیت نہ تھی جو دشمنانِ صحابہ بیان کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اشدّاء علی الکفّار اور رحماء بینھم کی زندہ تصویر تھے۔

سیدنا امیر معاویہؓ خلیفۂ اسلام کی حیثیت سے

سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی، اور ام المومنین سیدہ ام حبیبہ سلام اللہ علیہا کے سگے بھائی تھے۔ خلافت اسلامیہ میں یہ چھٹے خلیفہ راشد ہیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں عمرۃ القضاء کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی اور اسلام قبول کیا۔ لیکن آپ کے والدین نے چونکہ ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، لہٰذا گھر کے غیر اسلامی ماحول کو دیکھ کر اپنے والدین سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۸۵، البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۱۷۔ نسب قریش ص ۱۲۴)

ماں کے پیٹ سے چاندی کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے تھے اور آپ کے والد قریش کے سردار تھے اس وجہ سے والدین نے نہایت اچھی تعلیم و تربیت کی۔ لہٰذا اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کتابتِ وحی کی اہم ذمہ داری سونپی۔ اور صحابہ میں کاتبانِ وحی میں شمار ہونے۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۴۱۲، الاستیعاب ج ۳ ص ۳۷۵، جوامع السیرۃ ص ۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں سے متاثر ہو کر انہیں بہت دعائیں دیں۔ جو مستجاب ہوئیں۔ چنانچہ ایک موقع پر ہادی اور مہدی ہونے کی دعا فرمائی۔

(ترمذی کتاب المناقب ص ۵۴۷، البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۲۱، الفتح الربانی ترتیب مسند

- الامام احمد، التاریخ الکبیر بخاری ج ۴ ص ۳۲۷، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۶ وغیرہ)

ایک اور موقع پر فرمایا کہ اے اللہ! معاویہ کو حساب کا علم عطا فرما۔ اور عذاب سے محفوظ فرما۔ (التاریخ الکبیر ج ۴ ص ۳۲۷)

ایک موقع پر تعلیم کتاب کی دعا فرمائی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۲۰، الاستیعاب ج ۳ ص ۳۸۱)

امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اللّٰھمّ املاءہ علماً وحلماً۔ (التاریخ الکبیر ج ۴ ص ۱۸۰)

اے اللہ! معاویہ کے پیٹ کو علم اور حلم دونوں سے بھر دے۔

آپ کی انہی علمی صلاحیتوں کی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے انہیں فقہا
ں شمار کیا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۳۱، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۶)

اور علماء نے اصحاب فتویٰ میں شمار کیا ہے۔

(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۵، جوامع السیرۃ ص ۳۲۰)

امام بیہقیؒ نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا قول ان کے بارہ میں یوں نقل فرمایا ہے۔

لیس احدٌ منا اعلم من معاویۃ (السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۶)

ہم میں سیدنا معاویہ سے زیادہ عالم اور کوئی نہ تھا۔

غرضیکہ سیدنا معاویہؓ علمی، عملی اور انتظامی بے شمار خوبیوں کے مالک تھے تفصیل کے
لیے ملاحظہ فرمائیے احقر کی کتاب "سیدنا معاویہؓ ـــ شخصیت اور کردار جلد اوّل"

سیدنا حسنؓ جب کاروبارِ خلافت ان کے سپرد فرما کر خود خلافت سے دستبردار ہو
ئے تو پوری مملکتِ اسلامیہ کو انہوں نے اپنی انتظامی صلاحیتوں سے چار دانگ عالم میں
ترقی یافتہ بنا دیا اور بحر و بر میں اسلامی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ رفاہِ عامہ کے
کاموں کی وجہ سے لوگ خوشحال اور مرفّہ حال ہو گئے، اور عوام دل کی اتھاہ گہرائیوں سے
انہیں محبت کرنے لگے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے۔

کانت رعیّتہ یحبّونہ (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۸۹)

آپ کی رعیت آپ سے بہت محبت کرتی تھی۔

اور علامہ ابن کثیرؒ نے ان کی حکومت کے بارہ میں لکھا ہے:۔

الجہاد فی بلاد العدو قائم۔ وکلمۃ اللہ عالیۃ والغنائم
ترد الیہ من اطراف الارض والمسلمون معہ فی راحۃ وعدلٍ

وصفح وعفو۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۱۹)
ان کے دورِ حکومت میں دشمن کی سرزمین میں سلسلۂ جہاد قائم تھا اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند تھا اور اطرافِ ارض سے مالِ غنیمت مرکزِ اسلامی میں آرہا تھا، اور مسلمان عدل وراحت اور عفو ودرگزر کے ماحول میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

سیّدنا معاویہؓ سے سیّدنا علیؓ کی محبّت۔

اگرچہ سیدنا معاویہؓ اور سیّدنا علیؓ کے مابین جنگ صفین بھی ہوئی لیکن ان دونوں حضرات کے مابین رشتہ محبت ومودّت قائم ودائم رہا۔ اوران دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے بارہ میں ہمیشہ کلمۂ خیر ہی کہا۔ چنانچہ سیدنا باقرؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا علیؓ نے شرکاءِ جنگِ صفین اور جنگِ جمل کے بارہ میں:۔

لم یکن ینسب احداً من اھل حربہ الی الشرك ولا الی النفاق ولکن یقول ھم اخواننا بغوا علینا۔
کبھی بھی شرک اور نفاق کی نسبت نہیں کی بلکہ فرماتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ صرف بات یہ ہے کہ ہمارے خلاف زیادتی کرنے لگے۔

(رسالہ قرب الاسناد، عبداللہ بن جعفر شیعی ص ۴۵)

ایک مرتبہ آپ کے چند ساتھیوں نے سیّدنا معاویہؓ کے ساتھیوں کے بارہ میں پوچھا کہ ان میں سے جو جنگ میں قتل ہوگئے ہیں، ان کی کیا حیثیت ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

ھم المؤمنون۔ (تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۳۴۰، منہاج السنۃ ج ۳ ص ۶۱)
"وہ مؤمن ہیں۔"

سیدنا معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارہ میں کچھ لوگوں کو بعض غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں اور دشمنانِ صحابہؓ نے ان کی شان میں کچھ گستاخانہ جملے کہنے شروع کر دیئے۔ سیدنا علیؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے پوری مملکت اسلامیہ میں ایک گشتی مراسلہ بھیجا جس

میں ان سب غلط فہمیوں کا ازالہ فرما دیا۔ اور قیامت تک پیدا ہونے والے دشمنانِ صحابہ کے منہ پر مہرِ سکوت لگا دی۔ فرمایا:۔

کان بدأ امرنا انا التقینا والقوم من اھل الشام والظاھر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ ، لا نستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہٖ ولا یستزیدوننا والامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ براۂ۔ (نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۱۱۴)

ہمارے اس تقابل کی ابتداء ہوئی حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک ہے۔ ہمارا اور ان کا رسول ایک ہے، ہماری اسلامی دعوت ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے میں نہ ہم اُن سے زیادہ ہیں اور نہ وُہ ہم سے زیادہ ہیں۔ اور اُن کا اور ہمارا دینی معاملہ بالکل ایک جیسا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ اختلاف صرف عثمانؓ کے قتل کے بارہ میں ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بالکل بَری ہیں۔

صرف سیدنا علیؓ ہی سیدنا معاویہؓ اور اُن کے ساتھیوں کو مومن سمجھتے تھے بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سیدنا معاویہؓ اور ان کے اصحاب کے مومن ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی جس کو امام بخاریؒ اور دیگر اکابرین اہل سُنت نے نقل کیا ہے۔ یہ پیش گوئی اتنی اہم اور واضح ہے کہ شیعہ حضرات بھی اس کو اپنی کتابوں میں نقل کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ مشہور شیعہ محقق علی بن عیسیٰ الاربلی نے لکھا ہے کہ مشہور صحابی رسول سیدنا ابو بکرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ دورانِ خطبہ سیدنا حسنؓ (جو اُس وقت بچے تھے) مسجد میں داخل ہوئے۔ اور یکایک منبر پر چڑھ گئے۔ آپ نے انہیں پکڑ کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا:۔

ان ابنی هذا سیّدٌ وانّ اللّٰه لعلّه ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین عظیمتین۔

میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ ج ۱ ص ۵۴۶)

اہل سنت کی کتابوں میں بھی یہ روایت درج ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری ج ۱ ص ۳۷۳ ص ۵۳۰ ج ۲، ص ۱۰۵۶۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۷، ۳۶۔ ابن عساکر ج ۴ ص ۲۱۱، ۲۱۲۔

سیدنا معاویہ صحابی رسول تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی تھے۔ ایک صحابی رسولؐ کے سیدنا علیؓ کیسے مخالف ہو سکتے تھے جبکہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اور وصیتوں کے علاوہ ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی کہ :-

واوصیکم باصحاب نبیکم لا تسبوھم

اور میں تمہیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے نبیؐ کے صحابہؓ کو برا بھلا مت کہنا۔

(الامالی للشیخ طوسی ج ۲، ص ۱۳۲، عراق)

یہ تو سیدنا علیؓ کے جذبات تھے جو وہ سیدنا معاویہؓ کے بارے میں رکھتے تھے لیکن سیدنا معاویہؓ کے جذبات بھی سیدنا علیؓ کے بارہ میں اس سے مختلف نہ تھے۔ چنانچہ جن دنوں جنگ صفین ہو رہی تھی، انہی دنوں قیصر روم نے اسلامی سرحدوں پر اپنی فوج کو مجتمع کرنا شروع کر دیا تاکہ مسلمانوں کے اس خلفشار اور انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر اچانک حملہ کر دے۔ سیدنا معاویہؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے قیصر روم کو لکھا کہ :

یالعین ! واللّٰه لئن لم تنته وترجع الی بلادك لاصطلحن انا وابن عمی علیك ولاخرجنك من جمیع بلادك ولاضیقن علیك الارض بما رحبت ۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۱۹)

اے لعین! بخدا اگر تو اس کام سے باز نہ آیا اور اپنے لشکروں کے ساتھ اپنے شہروں میں واپس نہ چلا گیا تو میں اور میرا چچازاد بھائی علیؓ آپس میں تیرے خلاف صلح کرلیں گے اور تجھے تیرے تمام شہروں سے نکال باہر کریں گے، اور زمین کو باوجود اس کی وسعت کے تجھ پر تنگ کر دیں گے۔

سیدنا معاویہؓ کے اس جواب سے قیصر روم نہیت خوف زدہ ہو گیا اور واپس چلا گیا بلکہ صلح کے لیے ایک وفد سیدنا معاویہؓ کی خدمت میں بھیجا۔

اسی طرح جب آپ کو سیدنا علیؓ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ اس وقت اپنی اہلیہ سیدہ فاختہ بنت قرظہ کے ہاں استراحت فرما رہے تھے۔ سیدنا علیؓ کی شہادت کی خبر سنتے ہی آپ فوراً اُٹھ بیٹھے اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس کے بعد رونا شروع کر دیا۔ آپ کی اہلیہ فاختہ نے کہا کہ کل تو آپ ان کے مخالف تھے اور آج آنسو بہا رہے ہیں۔ فرمایا میں اس لیے روتا ہوں کہ ہم نے ایک ایسے آدمی کو کھو دیا جو علم و حلم اور عمل و فضل میں فقید المثال تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵)

بعد میں بھی آپ اکثر سیدنا علیؓ کا ذکر کر کے رویا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص ضرار صدائی جو سیدنا علیؓ کے حاشیہ نشینوں میں سے تھا، آپ کے پاس آیا۔ اُس کو دیکھ کر آپ کو سیدنا علیؓ کی یاد آئی۔ فرمایا ضرار! سیدنا علیؓ کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ اُس نے پہلے تو انکار کیا، کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس محبوب و محترم کی یاد میں اپنے قلب کو غمناک کریں۔ لیکن سیدنا معاویہؓ کو اپنے بھائی اور ساتھی کا تذکرہ سننے کا اشتیاق تھا۔ لہٰذا آپ نے اصرار فرمایا۔ آپ کے اصرار سے متاثر ہو کر ضرار نے ان کی شخصیت کا ایسا نقشہ کھینچا جو شنیدنی ہے۔ کہا۔

"حضرت! وہ نہایت بلند حوصلہ اور قوی تھے۔ نپی تلی بات کہتے تھے۔ عادلانہ فیصلہ کرتے تھے۔ سراپا علم بلکہ ہر سمت سے علم کا چشمہ پھوٹا ہوا تھا، حکمت کا دریا موجزن تھا دُنیا اور اس کی دلفریبیوں سے ایک گونہ متنفر تھا۔ رات کی تیرگی اور وحشت سے انتہائی

انس تھا۔ آخرت کے لیئے بہت فکرمند بلکہ ہر وقت اسی فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ لباس کی سادگی دیدنی تھی۔ کھانا تکلفات سے پاک قلم خالی سادہ اور موٹا جھوٹا تھا۔ ہم ہی کی طرح رہتے تھے کچھ امتیاز نہیں تھا جب ہم کچھ پوچھتے تو اس کا جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ باوجودیکہ وہ ہم سے محبت کرتے تھے اور ہم ان سے۔ وہ ہم کو اپنے قریب رکھتے تھے اور خود ہمارے قریب رہتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کا رُعب و داب اور آپ کی ہیبت اور وجاہت ہمارے دلوں پر اس طرح مستولی تھی کہ ہم آپ سے بات نہ کر سکتے تھے۔ متدین حضرات کی عظمت اُن کے قلب میں تھی اور غرباء کو ہمیشہ اپنا مقرب بناتے تھے۔ ان کے سامنے طاقتور ناحق میں طمع نہیں کر سکتا تھا۔ اور ضعیف و ناتواں عدل و انصاف سے کبھی مایوس نہیں ہو سکتا تھا۔ اکثر مواقع پر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کاروانِ شب۔ رختِ سفر باندھنے کو ہے۔ چاند اپنے سفر کی منزلیں طے کر کے منزلِ مقصود کی جانب رینگتا ہوا جا رہا ہے۔ جھلملاتے تارے چراغِ سحری کی طرح اپنے آخری سانسوں پہ ہیں، اور زاہدانِ شب زندہ دار دُعائے نیم شبی کے لیئے اپنے نرم و نازک بستروں پہ کروٹیں لے رہے ہیں لیکن وُہ (سیدنا علیؓ) اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لیئے مار گزیدہ اور عاشق خوابِ نادیدہ کی طرح بے قرار اور اشکبار دُنیا کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ اے دنیا، اے فریب دینے والی دُنیا! یہ فریب کسی اور کو دے۔ تو مجھ سے اپنی چاہت اور انسیت کا اظہار کر رہی ہے۔ اور بڑے اشتیاق سے میری جانب لپک رہی ہے۔ حالانکہ میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہوئی ہیں اور تجھے ہمیشہ کے لیئے اپنے پہ حرام قرار دیا ہوا ہے۔ میں کبھی بھی تیری طرف آنے کا نہیں۔ تیری عمر قلیل اور تیرا مقصد ذلیل۔ لیکن راستہ اور سفر طویل اور زادِ راہ

بالکل حقیر و قصیر ہے۔"

سیدنا معاویہؓ کا یہ سُننا تھا کہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں رواں ہیں اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ ہیں:

"اللہ تعالیٰ ابوالحسن (سیدنا علیؓ کی کنیت تھی) پر رحم فرمائے۔ واللہ! وہ ایسے ہی تھے، وہ ایسے ہی تھے۔" (روضۃ النظرۃ ج ۲ ص ۲۱۲)

غرض کہ سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے مابین بھائیوں کی طرح محبت تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے علم و فضل کے معترف تھے۔ اسی وجہ سے سیدنا علیؓ نے صفین سے واپس آ کر جب حالات کا گہری نگاہ سے مطالعہ فرمایا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

ایھا الناس لا تکرھوا امارۃ معاویۃ فانکم لو فقدتموہ رأیتم الرؤس تندر عن کواھلھا کانھا الحنظل۔

"اے لوگو! معاویہؓ کی امارت کو ناپسند نہ کرنا، کیونکہ اگر تم نے ان کو کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ شانوں پر سے سر حنظل کی طرح کٹ کٹ کر گریں گے۔"

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۹۴۔ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۶ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۸۳)

خانوادۂ بنو ہاشم کے ایک اور بزرگ اور ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بھی سیدنا معاویہؓ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں معاویہؓ سے زیادہ عالم اور کوئی نہیں۔ (السنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۲۶)

انھی سیدنا ابن عباسؓ کو جب رجب ۶۰ھ میں سیدنا معاویہؓ کے انتقال کی خبر ملی تو اس غم ناک خبر کو سُن کر سیدنا ابن عباسؓ کافی دیر تک سکتے کی حالت میں رہے۔ پھر فرمایا:

اللھم اوسع لمعاویۃ اما واللہ ما کان مثل من قبلہ ولا یاتی بعدہ مثلہ۔

"اے اللہ! معاویہ پر اپنی بے شمار رحمتیں بھیجو۔ بخدا! وہ ان لوگوں کی مثل نہ تھے جو ان سے پہلے گزر گئے۔ لیکن ان کے بعد بھی کوئی ان کی طرح آنے والا نہیں۔"

پھر حاضرین مجلس سے فرمایا:۔

ان ابنہ یزید لمن صالحی اھلہ فالزموا مجالسکم واعطوا طاعتکم و بیعتکم۔

"بے شک ان کا بیٹا یزید اپنے خاندان کے نیک لوگوں میں سے ہے۔ پس تم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنا۔ اور اطاعت کرنا اور بیعت کرنا۔"

(انساب الاشراف ج ۴، قسم ثانی ص ۴ - الامامۃ والسیاسۃ ص ۲۱۳)

سیدنا معاویہ کے اس غیر معمولی دینی مقام کی وجہ سے سیدنا قثم بن عباسؓ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ اور دیگر بنو ہاشم کے حضرات خلافتِ معاویہؓ کے زمانہ میں مختلف جنگوں میں سیدنا معاویہؓ کے لشکر میں سپاہیوں کی حیثیت سے شرکت فرماتے رہے۔

(ملاحظہ ہو اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷، طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۰۱ - سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۹۲، البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۰، تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۱۱)

- اور سیدنا معاویہؓ بھی ان حضرات کی دل جوئی اور خاطر مدارت کرتے رہتے۔ تاریخ کے اوراق اب بھی اس بات کا ثبوت اپنے سینے میں سموئے ہوئے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ نے مختلف مواقع پر سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ اور خاندان بنو ہاشم کے دیگر افراد کو گراں قدر عطیات اور ہدایا سے نوازا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:۔

فلما استقرت الخلافۃ لمعاویۃ کان الحسین یتردد الیہ مع اخیہ الحسن فیکرمھما معاویۃ اکراما زائدا

ویقول لہما مرحباً واھلاً یعطیہما عطاءً جزیلاً وقد اطلق یوم واحد مائتی الف۔

جب سیدنا معاویہؓ کی خلافت قائم ہو گئی تو سیدنا حسینؓ اپنے بھائی سیدنا حسنؓ کے ساتھ سیدنا معاویہؓ کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور سیدنا معاویہؓ ان دونوں بھائیوں کی حد درجہ عزت و تکریم کیا کرتے تھے انہیں خوش آمدید کہتے اور بیش قیمت عطیات دیتے۔ کبھی تو ایک ہی دن میں بیس لاکھ درہم عطا کیے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۰)

علامہ ابن کثیرؒ ہی نے ایک اور جگہ پہ ان عطیات کا ذکر کیا ہے۔ جو سیدنا معاویہؓ بنو ہاشم کے افراد اور خصوصی طور پر سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو دیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا حسنؓ، سیدنا معاویہؓ کے پاس دمشق تشریف لائے۔ سیدنا معاویہؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو ایسا گرانقدر عطیہ دیتا ہوں مجھ سے قبل کسی نے تمہیں نہ دیا ہوگا۔

فاعطاہ اربعمائۃ الف الف۔

چنانچہ انہوں نے چالیس لاکھ درہم ان کو دیئے۔

پھر ایک دفعہ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ دونوں دمشق تشریف لائے۔

فاجازھما علی الفور بمائتی الف الف

تو ان حضرات کو سیدنا معاویہؓ نے فی الفور بیس بیس لاکھ دیئے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۷)

سیدنا حسینؓ کے بہنوئی اور چچازاد بھائی سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب کے بارہ میں علامہ ابن کثیرؒ ہی نے لکھا ہے۔

کان ابن جعفر صدیقاً لمعاویۃ وکان یفد علیہ کل سنۃ فیعطیہ الف الف درہم ویقضی لہ مائۃ حاجۃ

"سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار سیدنا معاویہؓ کے دوست تھے۔ اور وہ ہر سال سیدنا معاویہؓ کے پاس جاتے تھے۔ اور آپ انہیں دس لاکھ درہم عطا کرتے اور سو حاجتیں پوری فرماتے"

اور سیدنا معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو اس بارہ میں وصیت فرمائی چنانچہ جب اگلے سال سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ امیر یزید کے پاس دمشق گئے تو امیر یزید نے ان سے پوچھا کہ امیر المومنین معاویہؓ آپ کو کتنا دیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: دس لاکھ۔ امیر یزید نے کہا:

قد اضعفتها لك۔

میں نے یہ رقم آپ کے لیے دگنی کر دی۔ یعنی بیس لاکھ کر دی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۳۳)

مشہور شیعہ مصنف ابن ابی الحدید نے بھی ان عطیات اور ہدایا کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:-

فانه كان يجيز الحسنؓ والحسينؓ ابنی علی فی كل عام لكل واحد منهما بالف الف درهم وكذلك كان يجيز عبد الله بن عباسؓ وعبد الله بن جعفر۔

سیدنا معاویہؓ، سیدنا حسنؓ بن علیؓ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ کو دس دس لاکھ درہم ہر سال وظیفہ دیتے اور اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ طیار کو بھی وظیفہ دیتے۔

(ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۰۳، بیروت)

اس سے پہلے ابن ابی الحدید شیعی ہی نے یہ لکھا ہے کہ:

ومعاوية اول رجل فی الارض وهب الف الف درابنه

اول من ضاعف ذالك ۔ (ایضاً)

"اور معاویہؓ زمین میں پہلے شخص تھے جنہوں نے دس دس لاکھ درہم عطا کیے
اور ان کے بیٹے یزید پہلے شخص ہیں جنہوں نے وظیفہ کی اس رقم کو دگنا کیا۔"

ابو مخنف جیسے غالی اور متعصب شیعہ نے ان عطیات و ہدایا کا اقرار کیا ہے، لکھا ہے۔

وکان (معاویۃ) یبعث الیہ (الحسین) فی کل سنۃ
الف الف دینار سوی الھدایا من کل صنف ۔

"اور سیدنا معاویہؓ ہر سال سیدنا حسینؓ کو ہر قسم کے ہدیوں کے علاوہ دس
لاکھ دینار بھیجا کرتے تھے۔" (مقتل ابی مخنف ص ۷)

فروع کافی ج ۲ ص ۲۶۲، نزل کشور میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ سیدنا حسینؓ
کے صاحبزادے سیدنا علی بن حسینؓ کا وظیفہ بھی سیدنا معاویہؓ نے مقرر فرمایا ہوا تھا۔ اور
آپ موقع پر سیدنا علیؓ کے بھائی سیدنا عقیلؓ بن ابی طالب کو بھی ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔

(الامالی طوسی ج ۲، ص ۳۳۴)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے ان حضرات کے مابین
کوئی مخاصمت اور منازعت نہ تھی۔ وگرنہ بنو ہاشم کے یہ با غیرت حضرات کبھی بھی ان سے
وظیفے لے کر نہ کھاتے۔ اور بنو امیہ کے یہ لوگ ان کو وظیفہ نہ دیتے۔ بنو امیہ کی نسبت ظلم و ستم
کی داستانیں ایک خاص سازش کے تحت وضع کی گئی ہیں تاکہ امتِ مسلمہ ہمیشہ دو گروہوں
میں بٹی رہے۔

حضرات حسنینؓ کی سیدنا معاویہؓ سے صلح

سنہ ۴۰ھ میں جب سیدنا علیؓ کوفہ میں شہید ہوئے تو ان کی شہادت کے بعد سیدنا حسنؓ ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ سیدنا علیؓ کے زمانہ میں عبداللہ بن سباء اور اس کی ذریت نے سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے مابین جو جنگ چھیڑی تھی وہ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ سیدنا علیؓ کو ایک خاص سازش کے تحت شہید کر دیا گیا۔ بعد میں سبائیوں نے سیدنا حسنؓ کو لڑائی جاری رکھنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی ان کے ساتھ اسی طرح بے وفائی کی جس طرح انہی کوفیوں نے سیدنا حسینؓ کے ساتھ بے وفائی کی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

"از غلبہ حسن علیہ السلام بر معاویہ یکبارہ مایوس گشتند و بر آنحضرت بشوریدند وہم گروہ بسراپردہ او در برفتند و چہ بافتند بہ گرفتند و مصلیٰ آنحضرت را از زیر پائے مبارکش بکشیدند۔"

کوفی لشکر امیر معاویہؓ پر سیدنا حسنؓ کے غالب آنے سے مایوس ہو گیا۔ اور وہ لوگ آپ پر پل پڑے اور آپ کے خیمہ میں داخل ہو گئے۔ اور جس کے ہاتھ جو آیا وہ لے کر چلتا بنا۔ بلکہ آپ کے نیچے سے مصلیٰ بھی کھینچ لیا۔

(ناسخ التواریخ ج ۱، ص ۲۱۱، زندگانی امام حسنؓ مجتبیٰ)

• اپنے شیعوں اور ساتھیوں کی اس بے وفائی اور غداری سے سیدنا حسنؓ نہایت دل برداشتہ ہوئے۔ اس حالت میں آپ نے فرمایا۔

واللہ! اری ان معاویۃ خیر لی من ھؤلاء یزعمون انھم لی شیعۃ ابتغوا قتلی وانتھبوا ثقلی واخذوا مالی واللہ لان اخذ من معاویۃ عھدا احقن بہ دمی وامن بہ فی اھلی خیر من ان یقتلونی فیضیع اھل

بیتی و اھلی واللہ لو قاتلت معاویۃ لاخذوا بعنقی
یدفعونی سلما۔

"اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ معاویہؓ میرے حق میں ان لوگوں سے بہتر ہیں، وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں، وہ میرے قتل کے درپے ہیں۔ انہوں نے میرا مال و متاع لوٹ لیا۔ اور میرا مال چھین لیا۔ اللہ کی قسم اگر میں معاویہؓ سے عہد کر لوں میرا خون بچ جائے۔ اور میرے اہل و عیال امن حاصل کر لیں۔ یہ شی اس سے بہتر ہے کہ یہ شیعہ لوگ مجھے قتل کر دیں اور میرا گھرانہ برباد ہو جائے۔ اللہ کی قسم اگر میں معاویہؓ سے جنگ کروں تو یہی لوگ میری گردن پکڑ کر مجھے معاویہؓ کے حوالے کر دیں۔"

(ناسخ التواریخ مرزا تقی ج ۱، ص ۲۱۳)

سیدنا معاویہؓ کو جب شیعانِ حسنؓ کی بے وفائی، غداری اور سیدنا حسنؓ پر اُن کی زیادتیوں کا علم ہوا تو انہیں سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ سیدنا معاویہؓ نے سیدنا حسنؓ کو ایک خط لکھا کہ:-

یا ابن عم لا تقطع الرحم الذی بینک و بینی
فان الناس قد غدروا بک و بابیک من قبلک۔

اے میرے چچا کے بیٹے! میرے اور تیرے درمیان جو رحمی رشتہ ہے اس کو نہ کاٹو (کیونکہ جن لوگوں کی وجہ سے آپ ایسا کر رہے ہیں) یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے آپ سے غداری اور بے وفائی کی، اور آپ سے قبل آپ کے والد محترم سے بھی بے وفائی کی تھی۔

(ناسخ التواریخ زندگانی حسن مجتبیٰؓ ص ۲۲۰)

شیعانِ حسنؓ کی بے وفائی اور غداری کے ثبوت میں سیدنا معاویہؓ نے وہ تمام

خطوط بھی سیدنا حسنؓ کو بھیج دیئے جو امراءِ لشکر (صنادید سپاہ) نے انہیں لکھے تھے، اور جن میں صاف طور پر لکھا تھا:۔

"کہ بجانب ما کوچ دہ، چوں راہ باما نزدیک کنی حسن علیہ السلام دست بگردن بستہ نزد تو فرستیم، وگرنہ باتیغش درگذاریم۔"

کہ اے معاویہؓ! ہماری طرف کوچ کرو۔ جب تم ہمارے پاس پہنچو گے تو ہم حسنؓ کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر یعنی اس کو گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے، نہیں تو اسے اس کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔

(ناسخ التواریخ زندگانی حسن مجتبےٰؓ ص ۲۲۰- جلاء العیون ج ۱ ص ۳۹۱)

ملّا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ سیدنا حسنؓ کے لشکر کے لوگوں نے یہاں تک کہا "کہ او مثل پدرش کافر شد بخیمہ آنحضرت ریختند، واسباب حضرت را غارت کردند حتیٰ کہ مصلاّی حضرت را از زیر پایش کشیدند و ردائے مبارکش را از دوشش ربودند۔"

کہ یہ شخص اپنے باپ (سیدنا علیؓ) کی طرح کافر ہو گیا ہے، آپ کا خیمہ گرا دیا گیا اور آپ کے مال و اسباب کو لوٹ لیا گیا، یہاں تک کہ آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلیّٰ تک نکال لیا گیا اور بے ایمان آپ کے دوش مبارک سے آپ کی چادر تک اُچک کر لے گئے۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۳۹۰)

"اور جب سیدنا حسنؓ ساباط مدائن پہنچے تو بنی اسد کے ایک ملعون جراح ابن سنان اسدی نے "لجام اسپ آنحضرت را گرفت، خنجری برآں مبارکش زد کہ تا استخوان شگافت۔" آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑی اور آپ کی ران مبارک پر خنجر مارا جو ہڈی تک پہنچ گیا۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۳۹۱)

اگرچہ آپ پر خنجر سے وار کیئے گئے اور آپ کا مال و متاع سب لوٹ لیا گیا، لیکن

آپ بھی اپنے عزم میں پکے تھے۔ کیونکہ ایک تو آپ کے ابا سیدنا علیؓ آپ کو وصیت کر گئے تھے کہ معاویہؓ کی خلافت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھنا (البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۱۳۱، الاصابہ ج ۶، ص ۱۱۴، شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۶ وغیرہ) دوسرے اپنی صلح جویانہ اور امن پسندانہ طبیعت کے پیشِ نظر آپ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی جمعیت پراگندگی سے بہتر ہے۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۳۹۰)

مسلمانوں کی گذشتہ پانچ سالہ تاریخ آپ کے سامنے تھی کہ جمل وصفین میں کس طرح مسلمانوں کے خون کی ارزانی ہوئی۔ ملتِ اسلامیہ کی قوت آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو رہی تھی۔ اور خطرہ تھا کہ کہیں مستقبل میں بھی مسلمانوں کے خون سے دشمنانِ صحابہؓ کی سازشوں کی حنا بندی نہ ہو۔ آپ یہ بھی سمجھتے تھے کہ سیدنا معاویہؓ کا کیا مقام ہے؟ اور اس وقت ملتِ اسلامیہ کو ان کی خدمات کی کس قدر ضرورت ہے۔ لہٰذا آپ نے امتِ محمدیہ کی خیرخواہی اور سیدنا معاویہؓ کے منصب و مقام کے پیشِ نظر منصب خلافت سے دست برداری کا مصمم ارادہ فرما لیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے تایا زاد بھائی اور بہنوئی (سیدہ زینب کے شوہر) سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے اس ارادہ کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا:۔

"بھیا! میں نے ایک رائے قائم کی ہے، اس بارہ میں میں تم سے ایک مشورہ لیتا ہوں۔ امید ہے کہ تم میری ضرور تائید کرو گے۔ دیکھئے! ملک میں فتنہ و فساد کی آگ برابر بڑھ رہی ہے۔ کشتیٔ ملت منجدھار میں ہچکولے کھا رہی ہے جمل وصفین کے میدان مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن چکے ہیں آپس کے تعلقات کا کوئی پاس نہیں رہا۔ راستوں میں سے امن و امان اٹھتا جا رہا ہے۔ سرحدیں بے کار ہو گئیں ہیں۔ لہٰذا میں مسندِ خلافت چھوڑ کر مدینہ طیبہ جانا چاہتا ہوں۔"

ابن عساکر ج ۲ ص ۲۱۲، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۹۹۔

ان کے علاوہ اور حضرات سے بھی آپ نے مشورہ فرمایا۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ امیر المومنین آپ ہم سے اس معاملہ میں بہتر جانتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی طبیعت سے ہر ایک واقف ہے۔ اور آپ کی اس روش سے بھی آشنا ہے جو سیدنا معاویہؓ کے متعلق سیدنا علیؓ کے زمانے میں آپ کی تھی۔ آپ اس وقت بھی جنگ وقتال کے خلاف تھے۔ آپ کی اُس وقت بھی یہی پالیسی تھی کہ اختلافات کا فیصلہ جنگ وقتال کی بجائے مشورہ و مصالحت سے کیا جائے۔ اسی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے:۔

وکذالک الحسن دائماً کان یشیر علی ابیہ واخیہ بترک القتال ولما صار الامر الیہ ترک القتال واصلح اللہ بین الطائفتین والمقتتلین وعلی فی آخر الامر تبیّن لہ ان المصلحۃ فی ترک القتال اعظم منہا فی فعلہ۔

"اور اسی طرح سیدنا حسنؓ اپنے ابّا اور بھائی کو ہمیشہ یہی مشورہ دیتے تھے کہ جنگ وقتال چھوڑ دیا جائے (لیکن ان کی یہ بات مانی نہیں جاتی تھی) جب زمام حکومت آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے جنگ بند کر دی۔ اور اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کے آپس میں قتل و جدال کرنے والے دو گروہوں کے مابین ان کے ذریعہ صلح کروا دی۔ اور خود سیدنا علیؓ کو بھی آخر الامر اس بات کا پتہ چل گیا تھا کہ جنگ کرنے کے بجائے جنگ بند کرنے میں (اُمتِ مسلمہ کے لیے) زیادہ بہتری ہے۔"

(منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۳)

سیدنا حسنؓ نے اپنے بھائی سیدنا حسینؓ سے بھی اس بارہ میں مشورہ فرمایا کہ میں معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو یہ بات بہت شاق گزری اور اپنے بھائی کا یہ ارادہ درست

نظر نہ آیا لیکن سیدنا حسنؓ اپنے بھائی کی جذباتی طبیعت سے خوب واقف تھے۔ اور یہ بھی سمجھ رہے تھے کہ یہ رائے ان کی اپنی نہیں بلکہ اور لوگوں کی ہے مگر نکل ان کے مُنہ سے رہی ہے لہٰذا آپ نے اپنے بھائی سیدنا حسینؓ سے فرمایا۔

• ولقد هممت ان اسجنك فى بيت واطبق عليك بابه حتى افرغ من هذا الشان ثم اخرجك فلما رأى الحسينؓ ذالك سكت وسلم۔

بخدا! اگر تم نے میرے اس ارادے کی مخالفت کی تو میں تم کو گھر میں قید کر دُوں گا۔ اور گھر کا دروازہ اس وقت تک تم پر بند کر دُوں گا جب تک کہ میں اس کام (معاویہؓ سے صلح) سے فارغ نہ ہو جاؤں۔ پھر تمہیں باہر نکالوں گا۔ حسینؓ نے جب بھائی کا یہ عزم دیکھا تو خاموش ہو گئے اور بھائی کی رائے کو تسلیم کر لیا۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۰، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۳)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۹۸ پر بھی سیدنا حسینؓ کی مخالفت کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے سیدنا معاویہؓ سے صلح کرنے پر کی تھی۔ ایسے ہی طبری ج ۶ ص ۹۲، ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۳، البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۶ پر بھی مرقوم ہے۔

بخاری اور تواریخ کی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی صلح کی پیش کش سیدنا معاویہؓ ہی نے فرمائی۔ چنانچہ بخاری ج ۱ ص ۳۷۲، ۳۷۳، ج ۲ ص ۱۰۵۳ پر روایت ہے کہ

"خدا کی قسم سیدنا حسنؓ بن علیؓ، سیدنا معاویہؓ کے مقابلہ میں پہاڑوں کی طرح فوجیں لے کر آئے تھے۔ سیدنا عمروؓ بن العاصؓ نے کہا کہ میں تو یہ فوجیں ایسی دیکھ رہا ہوں۔ جو اپنے برابر والوں کو جب تک مار نہ لیں گی پیٹھ نہ پھیریں گی۔ سیدنا معاویہؓ نے ان سے کہا، اگر انہوں نے ان کو مارا یا انہوں نے ان کو مارا، تو

ان کے امُور کا کون ذمہ دار ہوگا، اور ان کی عورتوں کی کون خبر گیری کرے گا، اور ساز و سامان کا کون ذمہ دار ہوگا؟ پس انہوں نے قریش کے دو آدمی (جو بنی عبدشمس میں سے تھے) عبدالرحمٰن بن سمرہؓ اور عبداللہ بن عامرؓ کو سیدنا حسنؓ کے پاس بھیجا اور کہا کہ سیدنا حسنؓ کے پاس جا کر صلح کی پیش کش کرو۔ اور ان سے گفتگو کرو، اور جو کہیں وہ مان لو۔ پس یہ دونوں اس کے پاس گئے اور اُن سے گفتگو کر کے صلح کے طلب گار ہوئے۔ سیدنا حسنؓ نے فرمایا، ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہمیں مال خرچ کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔ اور ہمارے ساتھ جو یہ لوگ ہیں یہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں (بغیر روپیہ دیئے ماننے والے نہیں) انہوں نے کہا کہ معاویہؓ آپ کو اتنا اتنا روپیہ دیں گے، اور آپ سے صلح چاہتے ہیں۔ جو آپ چاہیں وہ منظور کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ ہم ذمہ دار ہیں۔ آپ نے جو کہا انہوں نے یہی کہا کہ ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں۔ پس آپ (سیدنا حسنؓ) نے معاویہؓ سے صلح کر لی۔ حسن بصریؒ نے کہا میں نے ابوبکرہؓ (صحابی رسولؐ) سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا، اس حال میں کہ حسن بن علیؓ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف منہ کرتے اور کبھی سیدنا حسنؓ کی طرف۔ اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔"

(بخاری ج ۱ ص ۳۷۲، ج ۲ ص ۱۰۵۳)

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے محدث ابن بطال کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:-

هذا يدل على ان معاوية كان هو الراغب في الصلح وانه

عرض علی الحسن المال ورغّبہ فیہ وحثہ علی رفع السیف وذکر ما وعدہ بہ جدّہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من سیادتہ فی الاصلاح۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۴)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ معاویہؓ ہی پہلے صلح پہ راغب تھے اور انہوں نے حسنؓ پہ مال کی پیش کش کی۔ اور اس کے قبول کرنے کی آپ کو ترغیب دی۔ اور تلوار کو روکنے کو کہا۔ اور آپ کو آپ کے نانا کی وہ پیش گوئی یاد دلائی جس میں ان کی سیادت میں اصلاح کے متعلّق فرمایا گیا تھا۔

اب سیّدنا حسنؓ نے جو شرائطِ صلح لکھ کر سیدنا معاویہؓ کو بھیجیں، اُن شرائط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا حسنؓ بن علیؓ کے دل میں خلفائے راشدین سیّدنا ابو بکرؓ، سیّدنا عمرؓ ورسیّدنا عثمانؓ کی کتنی محبّت تھی۔ آپ نے شرائطِ صلح میں سے ایک شرط یہ رکھی کہ سیّدنا معاویہؓ کتاب اللہ، سنتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرۃ خلفائے صالحین کے مطابق مُورِ خلافت کو سرانجام دیں گے۔ چنانچہ ملّا باقر مجلسی شیعی نے لکھا ہے کہ:۔

"بشرط آنکہ او عمل کند درمیان مَردم بکتابِ خدا و سنّتِ رسُولِ خدا و سیرت خلفائے شائستہ۔"

(سیّدنا حسنؓ نے) اس شرط پر (سیّدنا معاویہؓ سے) صلح کی کہ وہ (سیّدنا معاویہؓ) کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے۔ (جلاء العیون ج ۱ ص ۳۹۳)

جلاء العیون کا ترجمہ کرنے والے شیعہ حضرات نے تعصّب سے کام لے کر "خلفائے شائستہ" کا ترجمہ "خلفائے صالحین" کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ملّا باقر مجلسی نے بھی تعصّب سے کام لیتے ہوئے "خلفائے شائستہ" لکھ دیا ہے۔ اصل میں وہاں شرط میں "خلفائے راشدین" لکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ مشہور شیعہ محدّث اور مورّخ علی بن عیسیٰ

الاربلی نے لکھا ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہذا ما صالح علیہ الحسن بن علیؓ بن ابیطالب ، معاویۃ بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ امر المسلمین علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الراشدین ولیس لمعاویۃ بن ابی سفیان ان یعہد الی احدٍ من بعدہ عہداً بل یکون الامر من بعدہ شوریٰ بین المسلمین وعلی ان الناس آمنون حیث کانوا من ارض اللہ شامہم وعراقہم وحجازہم ویمنہم ۔ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ ج ۲ ص ۱۹۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ وہ شرائط ہیں جن پر حسنؓ بن علیؓ بن ابیطالب اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے مابین صلح ہوئی ۔ ان میں اولین شرط یہ ہے کہ میں تمہیں مسلمانوں کی حکومت سپرد کرتا ہوں کہ تم لوگوں میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سیرت کی روشنی میں امورِ مملکت سرانجام دو ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمہیں اس معاہدہ کے بعد کسی کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنے کی اجازت نہیں ہو گی ۔ بلکہ وقت آنے پر معاملۂ خلافت مسلمانوں کے باہمی مشوروں سے حل ہوگا ۔ اور تیسری شرط یہ ہے کہ سب لوگ امن میں ہوں گے ۔ چاہے وہ شام و عراق کے ہوں یا حجاز و یمن کے ۔

ملا باقر مجلسی نے اپنی مشہور کتاب بحارالانوار میں اس شرط کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے ۔

صالحہ علی ان یسلم علیہ ولایۃ امر المسلمین علی ان یعلم فیہم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء الصالحین ۔ (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۲۴ ، ایران)

"سیدنا حسنؓ نے سیدنا معاویہؓ سے مصالحت کرتے ہوئے اس شرط پر خلافت ان کے سپرد کی کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور خلفائے صالحین کی سیرت کے مطابق امور خلافت چلائیں گے۔"

خلفائے راشدین سے مراد

"خلفائے راشدین"، "خلفائے صالحین" اور "خلفائے شائستہ" کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سیدنا حسنؓ، سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کو خلفائے راشدین میں شمار کرتے تھے۔ اور ان کی سیرت کے مطابق امور خلافت چلانے کو عین سعادت تصور کرتے تھے۔ تبھی تو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے ساتھ ان کی سیرت پر چلنے کی شرط بھی آپ نے سیدنا معاویہؓ سے صلح کے وقت لکھوائی۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ "خلفائے راشدین" اور "خلفائے صالحین" سے مراد اصحاب ثلاثہ نہیں ہیں۔ یہ نرا تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔ اگر اس سے مراد یہ حضرات نہیں ہیں تو بتایا جائے کہ وہ کون ہیں؟ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "خلفائے راشدین" کہلائے۔ اگر کہا جائے کہ اس سے مراد سیدنا علیؓ ہیں تو وہ تو ایک تھے اور یہاں "خلفاء" جمع کا لفظ ہے۔ جو کم سے کم تین پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا "خلفائے راشدین" سے مراد "سیدنا" ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ اور سیدنا علیؓ ہیں۔ اور جو لوگ اصحاب ثلاثہ کو "خلفائے راشدین" کے زمرہ سے نکالتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ آپ نے یہ شرط اپنے جد امجد جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے لکھوائی تھی۔ کیونکہ آپ نے پوری امت کو ان کی سیرت اور سنت کی تابعداری کا حکم فرمایا تھا۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔

(ترمذی ج ۲ ص ۹۲، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، ابن ماجہ ص ۵، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۹۵)

حضرات حسنینؓ کا سیدنا معاویہؓ کی بیعت کرنا

سیدنا معاویہؓ کی ان شرائط کو ماننے کے بعد سیدنا حسنؓ نے زمام خلافت و ولایت سیدنا معاویہؓ کے سپرد فرما دی اور ایک مجمع عام میں نہ صرف خلافت سے دست برداری کا اعلان فرمایا، بلکہ سیدنا معاویہؓ کی بیعت بھی کی۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے سیدنا جعفر الصادقؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ اور سیدنا قیس بن سعد بن عبادہؓ انصاری جب شام تشریف لائے تو

فاذن لهم معاوية واعد لهم الخطباء، فقال يا حسنؑ قم فبايع فقام فبايع ثم قال للحسين قم فبايع فقام فبايع ......

سیدنا معاویہؓ نے انہیں آنے کی اجازت فرمائی اور ان کی عزت افزائی میں خطیبوں کو بلایا اور سیدنا حسنؓ سے کہا کہ اٹھیے اور بیعت فرمائیے۔ سیدنا حسنؓ کھڑے ہوئے اور مجمع عام کے سامنے کھڑے ہو کر سیدنا معاویہؓ کی بیعت کی۔ پھر سیدنا حسینؓ سے کہا کہ کھڑے ہو کر بیعت فرمائیے۔ چنانچہ انہوں نے بھی کھڑے ہو کر بیعت فرمائی۔ (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۲۴، رجال کشی ص ۱۰۲، تذکرہ قیس بن سعد)

مسعودی شیعی اور دیگر شیعی علماء نے بھی سیدنا حسنؓ کی اس بیعت کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو مروج الذہب ج ۳ ص ۷، بیروت۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۳۹۵۔ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ ج ۱ ص ۵۷۱، تبریز۔

شیعان حسنؓ کی بیعت تڑوانے کی کوشش

سیدنا معاویہؓ کی بیعت کرنے سے سیدنا حسنؓ کے شیعہ نہایت پریشان ہوئے اور یہ کوشش کی کہ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ دونوں سیدنا معاویہؓ کی بیعت توڑ دیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کے درمیان تشتت و انتشار میں ہی ان کا فائدہ مضمر تھا۔ لہٰذا ان لوگوں نے یہ بیعت تڑوانے کی از حد کوشش کی۔ لیکن سیدنا حسینؓ نے

برملا فرمایا۔ "انا قد بایعنا وعاهدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا"

"بے شک ہم بیعت کر چکے ہیں اور باہمی عہد کر چکے ہیں ۔۔۔ اس بیعت توڑنے کا کوئی جواز نہیں۔"

سیدنا حسنؓ نے ان لوگوں کو یہ فرمایا کہ تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ جس سے میری صلح ہوگی، اس سے تمہاری بھی صلح ہوگی اور جس سے میں لڑوں گا، اس سے تم بھی لڑو گے، سو میں نے معاویہؓ سے صلح کر لی اور جنگ کو ختم کر دیا۔

وقد بایعته ورأیت حقن الدماء خیرًا من سفکہا ولم ارد بذالک الا صلاحکم۔

میں معاویہؓ کی بیعت کر چکا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ خونریزی سے حفاظت خون بہتر ہے، اور یہ سب کچھ تمہاری بہتری اور خیر خواہی کی غرض سے کیا ہے۔

(کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ ج ۱، ص ۵۷۱، تبریز)

سیدنا حسنؓ نے سیدنا معاویہؓ کی بیعت کر کے یہ بتا دیا کہ سیدنا معاویہؓ پکے سچے مومن اور مسلمان تھے۔ اور ان دونوں حضرات میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ صرف بعض لوگوں نے اپنی منفعت اور فائدے کے لیے ان حضرات کے مابین اختلاف کی خلیج قائم کی ہوئی تھی جس کو سیدنا حسنؓ نے اپنی بصیرت اور اصلاح بین المسلمین کے جذبے سے پاٹ دیا۔ اسی وجہ سے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فرمایا ہے۔

"فیہ فضیلة الاصلاح بین المسلمین ولا سیما فی حقن دماء المسلمین ودلالة علی رأفة معاویة بالرعیة وشفقته علی المسلمین وقوة نظره فی تدبیر الملک ونظره فی العواقب۔"

اس صلح سے اصلاح بین المسلمین اور خصوصی طور پر مسلمانوں کی خونریزی کو روکنے کی فضیلت ہے (اور سیدنا حسنؓ کا یہ فعل) اس بات پر بھی دلالت کرتا

ہے کہ معاویہؓ اپنی رعیت پر بڑے نرم دل اور مسلمانوں پر بڑے شفیق تھے اور تدبیر امور سلطنت پر گہری نگاہ کے مالک تھے۔ نیز معاملات کے عواقب پر ان کی نگاہ پہنچتی تھی۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۶)

سیدنا معاویہؓ اور سیدنا حسنؓ کے مابین اس صلح کی تمام شرائط کو امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ نے پورا کیا اور ان دونوں حضرات کے مابین پھر کبھی کوئی کشیدگی پیدا نہ ہوئی اور تعلقات نہایت خوش گوار رہے۔ چنانچہ الدینوری شیعی لکھتا ہے:۔

لم یر الحسن والحسین طول حیاۃ معاویۃ سوءًا فی انفسھما ولا مکروھًا ولا قطع عنھما شیئًا ممّا کان شرط لھما ولا تغیّر لھما عن برٍّ۔ (الاخبار الطوال ص ۲۲۵)

سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ نے سیدنا معاویہؓ کی زندگی بھر کوئی ناپسندیدہ بات ان سے نہ دیکھی اور نہ ہی سیدنا معاویہؓ نے وعدہ کی شرائط میں سے کسی شرط کو توڑا، اور ان سے کسی بہتری اور بھلائی کو کبھی روکا۔

صحابہ کرامؓ اور خانوادۂ رسولؐ کی باہمی رشتہ داریاں!

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیل اور دلیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ اور خانوادۂ رسولؐ میں باہمی طور پر کوئی پرخاش اور عداوت نہ تھی، بلکہ وہ سگے بھائیوں کی طرح شیر و شکر ہو کر اپنی زندگی گزارتے تھے جس کو قرآن حکیم نے فاصبحتم بنعمتہ اخوانًا (تم اللہ کے فضل و نعمت سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے) کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اسی باہمی محبت و مودت کی وجہ سے انہوں نے بھائیوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان سے رشتہ داریاں بھی کیں۔ خانوادۂ رسولؐ نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی تو دشمنان صحابہؓ نے یہ تاویل کی کہ وہ تقیہ کی بنا پر کی تھی یا جبر و اکراہ سے کی تھی، رضا و رغبت سے بیعت نہ کی تھی لیکن اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کو انہوں نے جو آپس میں رشتۂ ازدواج میں منسلک کیا تھا یا وہ بھی تقیہ کی وجہ سے تھا؟ اور کیا وہ تقیہ آج بھی کیا جا سکتا ہے؟

نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

خاندان ابوبکرؓ کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں

رشتۂ اول سیدنا صدیق اکبرؓ نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام کو قبول کرنے والے ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان طبرسی ج ۳، جزو ۵ ص ۶۵، تہران) اعلانِ نبوت کے روز ہی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے تھے اور یارِ غار تھے۔ ہر مشکل وقت میں رسولؐ کا ساتھ دیا۔ چنانچہ جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ اور غم تھا۔ اس صدمہ کو کم کرنے کیلئے سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدہ عائشہؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجیت میں دیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں سنہ بعثت

میں جب حضرت خدیجہؓ انتقال کر چکیں تو ان کی جدائی پر آنحضرتؐ کو بڑا صدمہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ جناب عائشہؓ کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے، اور کہا یا رسول اللہ! یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی۔ غرض حضرتؐ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کر لیا۔ مگر زفاف کی نوبت نہیں آئی۔ جب حضرتؐ ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں پہنچ گئے تو آپ نے آنحضرتؐ سے پوچھا، اے رسولِ خدا! اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں لے جاتے؛ فرمایا ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اباجان نے آنحضرتؐ کو بارہ اوقیہ (مہر ادا کرنے کو) دیا۔ تب حضرتؐ نے اُسے ہمارے پاس بھیجا۔"

(تاریخ ائمہ، کتب خانہ نجف اشرف لاہور ص ۱۴۷)

اندازہ فرمایئے! کہ مزاج شناس رسولؐ، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر خیال تھا کہ جب بھی رسولؐ کو غمزدہ دیکھا، فوری طور پر اس کا مداوا کرنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کو اپنی بیٹی سیدہ عائشہؓ دے کر اپنا داماد بنانے کا شرف حاصل کر لیا۔

رشتۂ دوم

سیدنا صدیق اکبرؓ کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک رشتہ تو سسر ہونے کا تھا، اور دوسرا رشتہ یہ تھا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی ایک بیوی تھی سیدہ اسماء بنت عمیسؓ۔ یہ ۹ ماں جائی بہنیں تھیں اور ان کا تعلق قبیلہ بنی خثعم سے تھا۔ ان کی ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔ سیدہ اسماءؓ کی ایک بہن اُم المؤمنین میمونہ بنت الحارثؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ تھیں۔ ایک بہن اُم الفضل لبابہ بنت الحارثؓ، سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھی۔ اور ایک تیسری بہن سلمیٰؓ بنت عمیس سیدنا و سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی زوجۂ محترمہ تھیں۔ جن سے ایک لڑکی امامہؓ پیدا ہوئیں۔ خود سیدہ اسماءؓ بنت عمیس سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیارؓ کی

زوجہ تھیں۔ سیدنا جعفر طیارؓ نے جب حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سیدہ اسماءؓ بنت عمیس بھی اس وقت اُن کے ساتھ تھیں، گویا دونوں میاں بیوی کو ہجرتِ حبشہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ جو کہ اسلام میں ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ ہجرتِ حبشہ کے بعد دونوں میاں بیوی نے مدینہ طیبّہ کی طرف بھی ہجرت فرمائی، اور یہ دوسرا بڑا اعزاز بھی حاصل کیا۔ سیدنا جعفر طیارؓ سے ان کے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام عبداللہؓ اور دوسرے کا نام محمدؓ تھا۔ ایک اور لڑکا عون بھی پیدا ہوا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸، ص ۲۸۱۔ کتاب المجر ص ۱۰۷)

۸ھ میں سیدنا جعفر طیارؓ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد سیدہ اسماءؓ کا نکاح سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے ہو گیا۔ یہ رشتہ آل ابی طالب اور آل ابی قحافہ کے مابین محبت و دوستی کی علامت ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے سیدہ اسماءؓ سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام محمدؓ بن ابی بکرؓ تھا۔ اس رشتہ کی وجہ سے سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا عباسؓ، سیدنا حمزہؓ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف ٹھہرے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اُسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۵، تذکرہ اسماءؓ بنت عمیس، الاستیعاب ج ۴ ص ۲۳۱، کتاب المجر ص ۴۴۲، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۸۲)

سیدنا ابو بکرؓ صدیق کے انتقال کے بعد سیدہ اسماء بنت عمیسؓ سیدنا علیؓ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ سیدنا علیؓ کے سیدہ اسماءؓ سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام عون بن علیؓ تھا۔ اور دوسرے کا نام یحیٰ بن علیؓ تھا۔

اس لحاظ سے سیدنا جعفر طیارؓ، سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا علیؓ کی سیدہ اسماءؓ بنت عمیس سے جو اولادیں ہوئیں، وہ آپس میں مادر زاد بھائی تھے۔

سیدنا ابو بکرؓ صدیق کے انتقال کے بعد محمدؓ بن ابی بکرؓ ابھی چھوٹا ہی تھا، کہ ان کی والدہ اسماءؓ بنت عمیسؓ سے سیدنا علیؓ نے نکاح کر لیا اور محمدؓ بن ابی بکرؓ کی پرورش اور تربیت سیدنا علیؓ ہی نے کی، گویا محمدؓ بن ابی بکرؓ سیدنا علیؓ کے ربیب تھے۔ چنانچہ علمائے شیعہ نے خود تسلیم کیا ہے کہ:

وکان محمد ربیبہ .... وکان علی علیہ السلام یقول محمد ابنی من ظہر ابی بکر۔

(درہ نجفیہ ص ۱۱۳)

اور محمد سیدنا علیؓ کے ربیب تھے .... اور سیدنا علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ محمد ابوبکرؓ کی پشت سے میرا بیٹا ہے۔

سیدہ اسماءؓ بنت عمیسؓ کی خدمات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب سیدہ اسماءؓ، ابوبکر صدیقؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں تو انہوں نے سیدہ فاطمہؓ کے مرض الموت میں ان کی تیمارداری بھی کی اور ان کی بیماری میں اُن کی شریکِ خدمت رہیں۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنے خاوند سیدنا صدیق اکبرؓ کی اجازت سے کیا تھا سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کے وقت انہوں نے ایک باپردہ چارپائی تیار کی۔ جو سیدہ فاطمہؓ کو بہت پسند آئی۔ سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کے بعد اسی باپردہ چارپائی پر سیدہ کو رات کے وقت دفن کیا گیا

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۸)

سیدہ اسماءؓ بنت عمیسؓ کا انتقال کے وقت سیدہ فاطمہؓ کی خدمت کرنا دونوں خاندانوں کے رشتۂ محبت کی ایک واضح دلیل ہے اور یہ کہنا کہ سیدہ فاطمہؓ، ابوبکرؓ اور ان کے خاندان سے ناراض تھیں، بالکل غلط اور دور از حقیقت بات ہے۔

سیدہ اسماءؓ بنت عمیس کا سیدہ فاطمہؓ کی اُن کے مرض الموت میں اُن کی خدمت کرنا، پھر ان کے انتقال کے بعد ان کو غسل دینا نہ صرف سُنی علماء نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے، بلکہ شیعہ علماء نے بھی اس کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو جلاء العیون ملا باقر مجلسی ص ۱۷۲، ۱۷۵۔ امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی ج ۱ ص ۱۰۷، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۱۲۹)

سیدہ فاطمہؓ کی نماز جنازہ سیدنا ابوبکرؓ نے پڑھائی

بعض کہنے والے کہتے ہیں کہ باغِ فدک کے مسئلہ میں سیدہ فاطمہؓ، سیدنا ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئی تھیں، لہٰذا جب سیدہ

انتقال ہوا تو سیدنا علیؓ نے حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ کو اطلاع دیئے بغیر سیدہؓ کو رات کی تاریکی میں دفن کر دیا۔ یہ بات عقلاً اور نقلاً دونوں لحاظ سے غلط ہے۔ عقلی طور پر تو اس لیے کہ سیدہ فاطمہؓ کی وفات کے وقت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیسؓ سیدنا ابوبکرؓ کی اجازت اور ان کے کہنے پر سیدہ فاطمہؓ کی خدمت اور تیمارداری کرتی رہیں۔ پھر سیدہ فاطمہؓ نے اپنے غسل کی بھی انہیں کو وصیت کی۔ اگر وہ ابوبکرؓ سے ناراض ہوتیں تو اُن کی بیوی سے اپنی خدمت کیوں کرواتیں؟ اور غسل کی کیوں کر وصیت کرتیں؟

اور نقلی طور پر اس لیے غلط ہے کہ کتابوں میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ ہی سیدنا علیؓ کے کہنے پر سیدنا ابوبکرؓ نے پڑھایا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال ماتت فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابوبکرؓ وعمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی بن ابی طالب تقدم، فقال ما کنت لاتقدم وانت خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم ابوبکر و صلی علیها۔ (کنز العمال روایت ۵۲۹۹)

"حضرت جعفر صادقؒ اپنے باپ سیدنا محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا علیؓ سے کہا کہ آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھایئے۔ سیدنا علیؓ نے جواب دیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ میں آپ کی موجودگی میں آگے نہیں ہو سکتا۔ پس سیدنا ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر سیدہ فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔"

اسی کتاب میں باب فضائل فاطمہؓ میں اسی مضمون کی ایک اور روایت ان الفاظ میں آئی ہے:۔

انّ فاطمۃ رضی اللہ عنہا لما ماتت دفنھا علیؓ لیلاً و اخذ بضبعی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فقدمہ یعنی فی الصلوٰۃ علیہا۔ (کنز العمال ج ۷، ص ۱۱۴)

"یعنی جب فاطمہؓ انتقال فرما گئیں تو سیدنا علیؓ نے ان کو رات کے اندھیرے میں دفن کیا اور سیدنا علیؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا۔"

اسی طرح کی روایت ابن سعدؒ نے طبقات میں بیان فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

صلّی ابوبکر الصدیق علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ فکبّر اربعاً۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۹)

سیدنا ابوبکر الصدیقؓ نے فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اس بارہ میں کئی اور روایات بھی کتابوں میں درج ہیں، ملاحظہ ہوں: السنن الکبریٰ کتاب الجنائز، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۶، تذکرہ میمون بن مہران، ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ المبشرہ ج ۱ ص ۱۵۶ وغیرہم۔

نمازِ جنازہ کے بارہ میں اسلامی اصول یہ ہے کہ خلیفۂ وقت جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ اور یہ اسلامی اصول مسلمانوں کے سب فرقوں میں مسلّمہ ہے چنانچہ شیعہ کی مشہور اور سب سے معتبر کتاب فروع کافی میں ہے کہ:۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال اذا حضر الامام والجنازۃ فھو احق الناس بالصلوٰۃ علیہا۔ (فروع کافی ج ۱ ص ۹۳، نولکشور)

"سیدنا جعفر صادق (فقہ جعفریہ کے بانی) فرماتے ہیں کہ جب کسی جنازہ پر خلیفۂ وقت موجود ہو تو وہ دوسرے تمام لوگوں سے نمازِ جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے۔"

یہی اصول فقہ جعفریہ کی دیگر مستند کتابوں میں بھی مرقوم ہے۔ اسی مسلمہ اصول کی بنا پر سیدنا علیؓ نے سیدنا ابو بکرؓ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیئے آگے کیا تھا، اور فرمایا تھا۔ ماکنت لاتقدم وانت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں، جبکہ خلیفۂ رسولؐ آپ ہیں)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ بعض حضرات اس بارہ میں ایک شبہ پیش کرتے ہیں، وہ یہ کہ بعض روایات میں ہے کہ "سیدنا علیؓ نے سیدنا فاطمہؓ کو رات کے وقت دفن کیا، اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو اس کی اطلاع نہ دی۔ اور خود سیدہ فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔"

اس کا آسان اور سیدھا سادھا جواب یہ ہے کہ اس مضمون کی جس قدر بھی روایات ہیں، اُن سب کی سند میں ابنِ شہاب زہری ہیں۔ لہٰذا ان سب روایات میں ابو بکرؓ کا نمازِ جنازہ میں شامل نہ ہونا یا نمازِ جنازہ نہ پڑھانا ابن شہاب زہری کا تفرد اور ادراج ہے جو کہ قابل قبول نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن شہاب زہری نے اس بات سے اندازہ لگا کر کہ سیدہ فاطمہؓ کو رات میں دفن کیا گیا تھا، اس وجہ سے شاید ابو بکرؓ کو اطلاع نہ دی گئی ہو۔ یہ اُن کا قیاس معلوم ہوتا ہے جو کہ غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ جب سے سیدہ فاطمہؓ بیمار تھیں ابو بکرؓ کی زوجہ محترمہ سیدہ اسماءؓ بنت عمیس ان کی تیمار داری میں مصروف تھیں۔ وہ سیدہؓ کی بیماری کی پل پل کی خبر خلیفۃ الرسولؐ کو دیتی ہوں گی۔ کیا انہوں نے سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کی خبر سیدنا ابو بکرؓ کو نہ دی ہو گی؟ لہٰذا یہ کہنا کہ سیدہ فاطمہؓ کے انتقال کی خبر سیدنا ابو بکرؓ کو نہ دی گئی، خلافِ عقل بھی ہے اور خلافِ نقل بھی۔ اور وہ روایات جن میں سیدنا ابو بکرؓ کو اطلاع نہ دینے کا ذکر ہے، ابن شہاب زہری کا ادراج ہے جو کہ ابن شہاب زہری کی عادت ہے کہ وہ روایات میں اکثر ادراج کر دیتے ہیں۔ جیسے معاملۂ فدک میں سیدہ فاطمہؓ کا سیدنا ابو بکرؓ سے کلام نہ کرنا وغیرہ بھی ابن شہاب زہری کا ادراج اور تفرد ہے۔ در حقیقت یہ ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کی نمازِ جنازہ سیدنا ابو بکرؓ ہی نے پڑھائی۔ اور سیدنا

علیؓ نے ان کو نماز پڑھانے کے لیئے آگے کیا تھا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں دلائل ذکر کیا گیا ہے۔

اور جہاں تک ابن شہاب زہری کا تعلق ہے، اس بارہ میں کتابوں کے مطالعہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اندر سے رافضی تھا اور تقیہ کر کے اہل سنت کے محدثین میں شمار ہوتا تھا حدیث اور تاریخ کی ہر وہ روایت جس کا تعلق بنو امیہ اور بنو ہاشم سے ہے، اس میں ان حضرت نے اپنے رفض کے جوہر دکھائے ہیں۔ چنانچہ وہ روایت جس میں مرقوم ہے کہ سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا عباسؓ خلیفۂ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ کے پاس آئے اور دونوں نے فدک کی زمین میں اپنے حصے کا مطالبہ کیا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان دونوں سے فرمایا کہ جناب نبی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم انبیاء جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمدؐ اس مال سے کھا سکتی ہے (حصہ نہیں لے سکتی) سیدنا صدیق اکبرؓ نے مزید فرمایا کہ جو کچھ اس مال کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، میں بھی وہی کروں گا۔ ابن شہاب زہری نے کہا "پس سیدہ فاطمہؓ ناراض ہو گئیں اور انہوں نے اپنے انتقال تک ابوبکرؓ سے کوئی کلام نہ کیا۔"

(بخاری ج ۲ ص ۹۹۶، المصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۴۷۲، بیہقی ج ۶ ص ۳۰۰)

اس سلسلہ میں جس قدر روایات حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں اور جن میں یہ الفاظ ہیں کہ "سیدہ فاطمہؓ سیدنا ابوبکرؓ سے ناراض ہو گئیں اور پھر انتقال تک انہوں نے ابوبکرؓ سے کلام نہیں کیا" یہ سب الفاظ ابن شہاب زہری نے روایات میں گھسیڑے ہیں۔ گویا کہ زہری نے اہل السنت کی کتابوں میں شیعیت داخل کی ہے۔

ایسے ہی حدیث و تاریخ کی جن روایات میں یہ منقول ہے کہ سیدنا علیؓ نے سیدنا ابوبکرؓ کی بیعت چھ ماہ کے بعد کی، ان روایات میں بھی ابن شہاب زہری گھسا ہوا ہے۔ ان روایات میں یہ الفاظ اس کا ادراج ہے۔ جیسا کہ محدثین نے لکھا ہے (ملاحظہ ہو الاعتقاد علی مذہب السلف

بیہقی ص ۱۸۰ وغیرہ) حالانکہ روایات میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ سیدنا علیؓ نے بھی سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ کی بیعت اسی روز ہی کی تھی جس دن دوسرے تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی بیعت کی۔
(ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۴۹، ج ۶ ص ۳۰۲، انساب الاشراف ج ۱ ص ۵۸۵، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۴۳، ۱۵۲، ۱۵۳، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۵۴)

اسی طرح یہ روایت کہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے عبداللہ بن عثمان بن عفانؓ چھ سال کی عمر میں مرغ کی ٹھونگ لگنے سے انتقال فرما گئے۔ اس کے راوی بھی ابن شہاب زہری ہیں۔ (ملاحظہ ہو تاریخ صغیر للبخاری ص ۳۲)

اب یہ روایت کہ" سیدنا علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ کو رات کے وقت دفن کیا۔ اور سیدنا ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع نہ دی اور خود سیدہ فاطمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی" یہ روایت بھی ابن شہاب زہری کی ہے۔ جو کہ اس کا تفرد اور ادراج ہے۔

ابن شہاب زہری کو امام ربیعہ بن عبدالرحمٰن نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:۔
" جب آپ لوگوں کو روایت بیان کریں تو اپنی رائے اور روایت میں فرق رکھا کریں، تاکہ لوگوں کو آپ کی رائے اور روایت میں فرق معلوم ہو سکے۔"

(تاریخ الاسلام ذہبی ج ۵ ص ۲۴۸)

مولانا پیر قمر الدین سیالوی مرحوم ابن شہاب زہری کے بارہ میں اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں اور ——— ابن شہاب زہری پر یہ بحث انہوں نے فدک والی روایت پر کی ہے۔

" اب فدک والی روایت میں ایک شخص محمد بن مسلم ہے جس کو ابن شہاب زہری بھی کہتے ہیں۔ صرف یہی راوی یہ روایت کرتا ہے، اس کے ساتھ کوئی شاہد نہیں۔ اور یہ ابن شہاب زہری اہل تشیع کی اصول کافی میں بیسیوں جگہ پر روایتیں کرتا نظر آتا

ہے۔ اور اہلِ تشیع کی فروعِ کافی نے تو اس کی روایتوں کے بل بوتے پر کتاب کی شکل اختیار کی ہے۔ تو بھائیو! اہلِ تشیع کے اس قدر مشہور اور معروف، کثیر الروایت آدمی کی روایت سے اہل السنت پر الزام قائم کرنا اور ائمہ صادقین کو جھٹلانا عجیب نظر و فکر ہے۔ اگر اہلِ تشیع کے راویوں کی روایات اہل السنت کے لیئے قابلِ توجہ ہوتیں تو پھر بخاری ہو یا کافی کلینی، اس میں کیا فرق تھا؟"

(مذہب شیعہ مولانا قمرالدین سیالوی ص ۹۳، لاہور)

رشتہ سوم تیسرا رشتہ جو خاندانِ صدیقی اور خاندانِ نبوی کے درمیان تھا، وہ یہ تھا کہ سیدّ صدیق اکبرؓ کے صاجزادے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمیٰؓ کی ایک ماں جائی بہن تھی جس کا نام قریبۃ الصغریٰ بنت ابی امیہ تھا۔ وہ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی بیوی تھیں اس لحاظ سے اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمیٰؓ سیدنا عبدالرحمٰن کی سالی ہوئیں۔ اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام آپ کے ہم زلف ہوئے۔

اسی رشتہ سے ایک اور رشتہ جنم لیتا ہے کہ سیدنا حسین بن علیؓ بن ابیطالب سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے داماد تھے۔ وہ اس طرح کہ اسی قریبۃ الصغریٰ سے سیدنا عبدالرحمٰنؓ کی ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حفصہ تھا۔ اس حفصہ کا نکاح پہلے سیدنا زبیر بن العوامؓ کے صاجزادے المنذرؓ سے ہوا۔ اس کے بعد وہ سیدنا حسینؓ بن علیؓ کے حبالۂ عقد میں آئیں سیدنا حسینؓ کے بعد ان کا نکاح عاصم بن عمرؓ بن الخطاب سے ہوا۔ بعض علمائے تاریخ نے سیدہ حفصہؓ کا سیدنا حسینؓ کے نکاح میں آنا پہلے لکھا اور المنذر بن زبیرؓ بن العوام کے نکاح میں آنا بعد لکھا ہے۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے:۔

حفصة بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق ..... و امها قریبة الصغریٰ بنت ابی امیة ..... کانت عائشة

ام المؤمنین زوجتها المنذر بن الزبیر بن العوام وکان ابوھا عبدالرحمٰن بن ابی بکر غائباً۔ فلما قدم لم یجز ذالک وردہ۔ فلما صیر الامر الیہ زوجھا ایاہ ...... ثم خلف عنھا بعد المنذر حسین بن علی بن ابی طالب۔

حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی والدہ کا نام قریبۃ الصغریٰ بنت ابی امیہ تھا۔ سیدہ عائشہ ام المؤمنینؓ نے اس کا نکاح المنذر بن زبیرؓ بن عوام سے کرنا چاہا لیکن حفصہ کے والد عبدالرحمٰن گھر پر نہیں تھے۔ جب آئے تو انہوں نے اس نکاح کی اجازت نہ دی۔ پھر اپنی مرضی سے ان دونوں کا نکاح کر دیا۔ پھر المنذرؓ کے بعد ان (حفصہ) کا نکاح حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب سے ہوا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶۸)

امام ابو جعفر بغدادی نے حفصہ کے نکاح کی ترتیب یہ ذکر کی ہے۔

وتزوجت حفصۃ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق الحسین بن علی بن ابی طالب ثم عاصم بن عمر بن الخطاب ثم المنذر بن الزبیر۔

حفصہ بنت عبدالرحمٰنؓ کا نکاح پہلے سیدنا حسینؓ بن علیؓ سے ہوا۔ ان کے بعد عاصم بن عمرؓ بن الخطاب سے، اور اس کے بعد المنذر بن زبیرؓ سے۔

(کتاب المحبر ص ۴۴۸، لاہور)

رشتۂ چہارم

خاندانِ صدیقی اور خانوادۂ علوی کی آپس میں ایک رشتہ داری یہ تھی کہ سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کے بیٹے محمد بن ابی بکرؓ، سیدنا حسینؓ بن علیؓ کے ہم زلف تھے۔ اس رشتہ سے قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ، سیدنا زین العابدینؒ کے خلیرے بھائی تھے۔ کیونکہ ایرانی بادشاہ یزدجرد کی دو لڑکیاں مالِ غنیمت میں آئی تھیں۔ ان میں ایک

سیدنا حسینؓ کے نکاح میں آئی جس کا نام شہر بانو تھا۔ اور دوسری محمد بن ابی بکرؓ کے نکاح میں آئی۔ سیدنا حسینؓ کی شہر بانو سے جو اولاد ہوئی، اُن میں زین العابدینؒ تھے اور محمد بن ابی بکرؓ کے اُس لڑکی سے قاسم بن محمدؒ پیدا ہوئے۔ اس وجہ سے سیدنا زین العابدینؒ اور سیدنا قاسمؒ بن محمدؒ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ اس بات کو سُنّی اور شیعہ دونوں نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ شیعہ حضرات کی سب سے معتبر کتاب اصولِ کافی میں ہے جس کا فارسی ترجمہ اصولِ کافی کے شارح علامہ قزوینی نے یوں کیا ہے:-

"روائیتست از امام باقر علیہ السلام کہ گفت چوں آوردہ شد دختر یزدجرد نزد عمر بہ با مہار فتند دختران مدینہ برائے تماشائے حسن و جمال او چوں آوازۂ آں را شنیدہ بودند و روشن شد مدینہ بتابش روئے او چوں داخل مسجد شد۔ پس چوں نظر کرد بسوئے او عمر پوشانید روئے خود را و گفت بد روزگار یا وا کہ بہ بدی تدبیر او باعث ایں شد۔ پس عمر گفت آیا دشنام می دہد مرا ایں دختر؟ و قصد آزار کرد با او۔ پس گفت او را امیر المؤمنین علیہ السلام نیست آں دشنام برائے تو بلکہ برائے دیگرے است۔ مخیر کن او را کہ برگزیند مردے را از مسلمانان و حساب کن او را بحصۂ غنیمت آں مرد باعتبار خمس۔ پس مخیر کرد او را عمر۔ پس آمد تا نہاد دست خود را بر سر امام حسینؓ۔ پس گفت امیر المؤمنین چیست نام تو۔ پس گفت "جہان شاہ"۔ پس گفت او را امیر المؤمنین علیہ السلام بلکہ نام تو شہر بانو یہ ست۔ بعد ازاں گفت امام حسین را، اے ابو عبداللہ! ہر آئینہ خواہد زائید البتہ برائے تو از او پسرے کہ بہتر از اہلِ زمین است در زمان خود۔ پس زائید امام زین العابدین را۔"

امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ یزدجرد کسریٰ ایران کی لڑکی جب عمر بن الخطابؓ کی خدمت

میں لائی گئی تو اس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لیئے مدینہ طیبہ کی عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور مسجد نبویؐ اس کے حسن کی روشنی سے منور ہو گئی۔ جب عمر بن الخطابؓ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنا منہ چھپا لیا۔ اور کہنے لگی، بُرا ہو ہرمز کا جس کی بد تدبیری کی وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا۔ سیدنا عمر بن الخطابؓ فرمانے لگے، یہ لڑکی مجھے سب و شتم کرتی ہے۔ اس پر اس کو کچھ تنبیہ کرنا چاہی۔ یہ دیکھ کر سیدنا علیؓ نے سیدنا عمرؓ سے کہا کہ یہ آپ کو بُرا بھلا نہیں کہہ رہی، بلکہ دوسرے شخص کے حق میں اس نے کچھ کہا ہے۔ پھر سیدنا علیؓ نے عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ آپ اس لڑکی کو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کو پسند کر لے کا اختیار دے دیں۔ اس کے بعد اس شخص کے حصہ غنیمت میں اس کو شمار کر لینا۔ عمر بن الخطابؓ نے سیدنا علیؓ کی اس بات کو مانتے ہوئے اس کو پسندیدگی کا اختیار دے دیا۔ اس لڑکی نے حسینؓ بن علیؓ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور یہ ان کے حصہ میں آ گئی۔ پھر سیدنا علیؓ نے اس لڑکی سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا کہ مجھے "شاہ جہان" کہتے ہیں۔ سیدنا علیؓ نے فرمایا، نہیں تیرا نام "شہر بانو" ہے پھر سیدنا علیؓ نے سیدنا حسینؓ سے فرمایا کہ تیرے لیئے ایک لڑکا ہوگا جو اپنے زمانہ میں تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ اس سے امام زین العابدینؒ پیدا ہوئے۔

(اصول کافی مع شرح الصافی حصہ ۲ ص ۲۰۴، نولکشور۔ جلاء العیون ص ۶۷۲)

قاضی نور اللہ شوستری نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"قاسم پسر خالۂ امام زین العابدین بود و مادر او دختر یزدجرد شهریار آخر پادشاهان عجم بود"
(مجالس المومنین مجلس پنجم تذکرہ محمد بن ابی بکرؓ)

"قاسم، سیدنا زین العابدینؒ کی خالہ کا لڑکا تھا، اور اس کی ماں ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد کی لڑکی تھی۔"

ان کتابوں کے علاوہ عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب ص ۱۹۲، جلاء العیون ج ۲ ص ۴۷۶، کشف الغمۃ ج ۲ ص ، الارشاد للشیخ مفید ص ۲۳۷ اور دوسری کئی اور کتابوں میں بھی یہ ذکر کیا گیا ہے کہ قاسمؒ بن محمدؒ بن ابی بکرؓ اور زین العابدینؒ بن الحسینؓ بن علیؓ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔

تعصب کا جنون عصبیت بھی عجیب چیز ہے متعصب آدمی کبھی بھی حقیقت کا سامنا نہیں کرسکتا۔ تاریخی حقائق میں سے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں قادسیہ کی جنگ اور مدائن کی فتح نے کسریٰ ایران یزدجرد کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اور اسی زمانہ میں شہربانو اور اس کی بہن مالِ غنیمت میں مدینہ طیبہ آئیں۔ جیسا کہ سیدنا محمد باقرؒ کی روایت سے اصولِ کافی میں منقول ہے (ملاحظہ ہو اصولِ کافی باب الحجۃ ص ۲۹۲)۔ لیکن بعض شیعہ مورخین نے امام معصوم کی مخالفت کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ یہ تو درست ہے کہ یزدجرد کی دو لڑکیاں مدینہ طیبہ لائی گئیں ان میں سے ایک تو سیدنا حسین بن علیؓ کے حبالۂ عقد میں آئیں، اور دوسری محمد بن ابی بکر کی زوجہ بنی۔ لیکن یہ واقعہ سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں نہیں ہوا، بلکہ سیدنا علیؓ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ چنانچہ عباس قمی نے شیخ مفید کے حوالہ سے لکھا ہے۔

"و شیخ مفید روایت کردہ است کہ حضرت امیر المؤمنین حریث بن جابر را والی کرد بیکے از بلاد مشرق و اُو دو دختر یزدجرد را برائے حضرت فرستاد۔ حضرت یکے را شاہ زناں نام داشت بحضرت امام حسینؑ داد، و حضرت زین العابدینؑ ازو اُو بہم رسید۔ و دیگرے را بمحمد بن ابی بکرؓ داد و قاسم جدِّ مادری حضرت صادق علیہ السلام ازو اُو بہم رسید۔ پس قاسمؒ با امام زین العابدین علیہ السلام خالہ زاد بودند۔"

شیخ مفید نے روایت کیا ہے کہ سیدنا علیؓ نے حریث بن جابر کو بلادِ مشرق میں

سے کسی شہر کا والی مقرر فرمایا۔ اور اس نے یزدجرد کی دو لڑکیوں کو سیدنا علیؓ کی خدمت میں بھیجا۔ سیدنا علیؓ نے ایک کو جس کا نام "شاہِ زناں" تھا، سیدنا حسینؓ کو دے دیا اور دوسری محمد بن ابی بکرؓ کو دے دی۔ اس سے حضرت جعفر صادقؒ کے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ پیدا ہوئے۔ لہٰذا حضرت قاسم اور حضرت زین العابدینؒ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہوئے۔

(منتہی الآمال ج ۲ ص ۴، کشف الغمۃ ج ۲ ص ۲۹۵)

صاحبِ کشف الغمۃ نے شہر بانو (شاہِ زنان) بنت یزدجرد کو شیخ مفید ہی کے حوالہ سے بجائے سیدنا زین العابدینؒ کی ماں کے علی اصغر کی ماں قرار دیا ہے (ج ۲ ص ۲۵۱) لیکن سیدنا زین العابدینؒ کی ولادت کے باب میں لکھا ہے۔

فاما امه ام الولد اسمها غزالة وقيل بل كان اسمها شاه زنان بنت يزدجرد۔ (کشف الغمۃ ج ۲ ص ۲۸۶)

پس آپ کی والدہ ایک لونڈی تھی جس کا نام غزالہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کا نام "شاہ زناں" بنت یزدجرد تھا۔

آپ تاریخ کی کتابوں کی ورق گردانی کر جائیے آپ کو کسی معتبر روایت سے یہ بات ثابت نہ ہو گی کہ سیدنا علیؓ نے حریث بن جابر جعفی کو کسی شہر کا گورنر مقرر فرمایا ہو۔ یہ صرف اس بات کی تاویل کی گئی ہے تاکہ یہ بتایا جا سکے کہ اس واقعہ میں سیدنا عمرؓ کا نام نہیں آتا۔ لیکن حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ شہر بانو حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں لائی گئی پھر بھی ہمارا مدعا تو ثابت ہو گیا کہ حضرت زین العابدینؒ اور حضرت قاسمؒ بن محمد بن ابی بکرؓ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ اور خاندانِ صدیقی اور خاندانِ علوی کی آپس میں قریبی رشتہ داری تھی۔

نمبر پنجم | سیدنا زین العابدینؒ کے خلیرے بھائی قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی ایک صاحبزادی جو

اُم فروہؓ کی کنیت کے ساتھ مشہور تھی بعض علمائے انساب نے اس کا نام فاطمہؓ اور بعض نے قریبہ لکھا ہے۔ یہ صاحبزادی بانی فقہ جعفریہ سیدنا جعفر صادقؒ کی والدہ ماجدہ اور سیدنا محمد باقرؒ کی زوجہ محترمہ تھی۔ سیدنا جعفر صادقؒ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے اور انہی کی گود میں پرورش پائی۔ یہ سیدہ اُم فروہؓ کون تھیں؟ یہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے صدیقی تھیں۔ ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ تھا، اور باپ سیدنا زین العابدینؒ کے خالہ زاد بھائی سیدنا قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ تھے۔ گویا ان کی ماں صدیق اکبرؓ کی پوتی اور باپ صدیق اکبرؓ کا پوتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں فقہ جعفریہ کے بانی کا وجود صدیقی اور علوی خانوادوں کے ملاپ کا نتیجہ ہے۔ اسی وجہ سے جب ایک شخص نے سیدنا جعفر صادقؒ سے پوچھا، سُنا ہے کہ آپ سیدنا صدیق اکبرؓ کو بُرا بھلا کہتے ہیں، تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

ابوبکر الصدیق جدّی هل یسبّ احدٌ آباءه لا قدّمنی إن لا أقدّمه۔ (احقاق الحق قاضی نور اللہ شوستری ص ۷)

"ابوبکر صدیقؓ تو میرے نانا ہیں، کیا کوئی شخص اپنے آباء و اجداد کو گالی دینا پسند کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ مجھے کسی قسم کی عزت و شوکت نہ دے اگر میں ابوبکر صدیقؓ کی عزت و شوکت کو تسلیم نہ کروں۔"

اپنی والدہ سیدہ ام فروہؓ کے ماں اور باپ کی طرف سے صدیقی ہونے کی وجہ سے سیدنا جعفر صادقؒ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے اور بڑے فخریہ انداز میں فرماتے تھے۔

ولدنی ابوبکر مرتین

ابوبکرؓ نے مجھے دوبارہ جنا ہے۔

(عمدۃ الطالب ص ۱۹۵، کشف الغمہ ج ۲ ص ۳۷۳)

قاضی نور اللہ شوستری نے بھی سیدنا جعفر صادقؒ کے اس جملہ کو نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو احقاق الحق ص ۷۔

ویسے تو علمائے انساب میں سے قریباً ہر ایک نے یہ لکھا ہے کہ سیدہ اُم فروہؒ سیدنا صدیق اکبرؓ کے پوتے اور پوتی کی بیٹی تھیں۔ لیکن قارئین کی تسلی خاطر کے لئے چند ایک معتبر کتابوں سے حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اصولِ کافی شیعہ مذہب کی سب سے معتبر کتاب ہے۔ اس وجہ سے کہ امام معصومؒ نے اس پوری کتاب کو پڑھ کر اس کے صحیح ہونے کی تصدیق فرمائی اور یہ ریمارکس دیئے۔

"ھذا کافٍ لشیعتنا" یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔

امام معصومؒ کے انہی ریمارکس پر اس کا نام "کافی" رکھا گیا۔ شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق امام معصومؒ ہونے کی وجہ سے کوئی غلطی نہیں کرتا۔ لہٰذا ان ریمارکس کے بارہ میں بھی امام معصومؒ نے کوئی غلطی نہیں کی۔ چنانچہ اسی اصولِ کافی میں ہے۔

"اُمّہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابوبکرؓ وامّھا اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ"

سیدنا جعفر صادقؒ کی والدہ اُم فروہؒ قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ اور اُم فروہؒ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تھیں۔

(اصولِ کافی مع شرح الصافی کتاب الحجۃ ص ۲۱۴، جزو سوم مولد امام جعفر صادقؒ)

انساب پر شیعہ مذہب کی معتبر کتاب عمدۃ الطالب میں ہے:۔

اُمّہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکرؓ وامّھا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر ولھذا کان الصادق علیہ السلام یقول ولدنی ابوبکر مرتین۔

سیدنا جعفر صادقؒ کی والدہ قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی بیٹی تھیں، اور ام فروہؒ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تھیں۔ اور جعفر صادقؒ کہا کرتے تھے، مجھے ابوبکرؓ نے دو دفعہ جنا ہے۔ (عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب ص ۱۹۵،

کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ ج ۲ ص ۳۷۳)

سُنی علماء میں سے صدیقی اور علوی خاندانوں کے اس رشتہ کے بارہ میں ابنِ سعد نے طبقات ج ۸ ص ۴۶۹ پر ، ابن قتیبہ نے المعارف ص پر تفصیل سے لکھا ، علامہ عباس قمی نے تو سیدہ اُم فروہؓ کے فضائل بھی بہت گنوائے ہیں تاکہ ان کی قدر منزلت سے آشنائی ہو سکے ۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

" والدۂ ماجدہ آنحضرت نجیبۂ جلیلہ مکرمہ علیا جناب فاطمہ مسماۃ بام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ است کہ حضرت صادق علیہ السلام در حقِ اُو فرمود ،

کانت اُمّی ممّن اٰمنت واتّقت واحسنت واللہ یحب المحسنین۔

" ان (سیدنا جعفر صادقؒ) کی والدۂ ماجدہ جو کہ شرافت کا پہاڑ ، قدر و منزلت میں عالی ، عزت و تکریم میں بے مثال اور عالی مرتبت جناب فاطمہ مسماۃ باُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ تھیں ۔ سیدنا صادقؒ نے ان کے بارہ میں فرمایا تھا کہ میری ماں ایمان لانے والی ، تقویٰ اور نیکی اختیار کرنے والی عورتوں میں سے تھیں ، اور اللہ تعالیٰ نیکوکار لوگوں کو پسند کرتا ہے ۔"

(منتہی الآمال ج ۲ ، ص ۱۲۱ ، تہران)

یہ رشتہ خاندان صدیقی اور خاندان علوی میں بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ اور اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں خانوادوں میں کوئی پرخاش ، کدورت ، رنجش اور عداوت نہ تھی ۔ بلکہ وہ سگے بھائیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے ۔ آپس میں رشتہ داریاں بھی ہوتی تھیں ۔ اور محبت و عقیدت کے مظاہرے بھی ۔ یہ رنجش اور عداوت کی داستانیں بعد کی بنائی ہوئی ہیں تاکہ اپنی فرقہ پرستیوں کے بُت کو قائم رکھا جا سکے ۔

رشتۂ ششم خاندانِ صدیقی کی جس طرح رشتہ داریاں سیدنا حسینؓ بن علیؓ اور ان کی اولاد کے ساتھ تھیں ، اسی طرح سیدنا حسنؓ بن علیؓ کے ساتھ

بھی ان کی رشتہ داریاں تھیں۔ اُن میں سے ایک رشتہ داری یہ تھی کہ سیدنا حسنؓ بن علیؓ کے حبالۂ عقد میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی دو بیٹیاں حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور ہند بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تھیں۔ چنانچہ شرح نہج البلاغۃ میں ہے کہ:۔

روی مدائنی قال تزوج الحسنؓ حفصة بنت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر۔ (ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۵، بیروت)

مدائنی نے روایت کیا ہے، سیدنا حسنؓ بن علیؓ نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے شادی کی۔

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر ہے کہ:۔

و تزوج هند ابنة عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔
سیدنا حسنؓ نے ہند بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے شادی کی۔

(ابن الحدید ج ۴ ص ۸)

صدیقی خاندان سے آلِ ابی طالب کے ان رشتوں کے علاوہ اور بھی کئی رشتے ہیں۔ جن کو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کیا جا رہا۔

خاندانِ فاروقی کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں

سیدنا صدیق اکبرؓ اور ان کے خاندان کی طرح سیدنا عمر فاروقؓ اور ان کے خاندان کی بھی آلِ ابو طالب اور بنو ہاشم کے ساتھ گہری اور قریبی رشتہ داریاں تھیں اور بعثت نبویؐ کے بعد تو ان رشتہ داریوں میں اور بھی اضافہ ہوا۔

رشتۂ اول | سیدنا عمر فاروقؓ کا خاندانِ نبوت تو کیا خود نبوت سے یہ رشتہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامادِ عمرؓ تھے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ سلام اللہ علیہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں دی۔ سیدہ حفصہؓ زینب بنت مظعون کے بطن سے تھیں۔ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ ان کا پہلا نکاح بنو سہم کے ایک شخص خنیس بن حذافہ سے ہوا۔ شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ سنہ ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا۔ ان کے شوہر خنیسؓ جنگِ بدر میں زخمی ہوئے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں آکر شہادت پائی۔

ایامِ عدت گزرنے کے بعد سیدنا عمرؓ کو سیدہ حفصہؓ کے نکاح کی فکر ہوئی۔ اسی زمانہ میں سیدنا عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول کا انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمانؓ سے ملے۔ اور ان سے سیدہ حفصہؓ کے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے اس پر غور کا وعدہ فرمایا۔ لیکن چند روز کے بعد صاف انکار کر دیا۔ سیدنا عثمانؓ کے انکار سے مایوس ہو کر سیدنا عمرؓ نے سیدنا صدیق اکبرؓ سے بات کی۔ لیکن انہوں نے بھی خاموشی اختیار کی جس سے سیدنا عمرؓ کو رنج ہوا۔ چند روز کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہؓ سے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سیدہ حفصہؓ کا جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ حفصہؓ کے نکاح کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ۔ سیدنا عمر فاروقؓ سے خود ملے اور فرمایا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہؓ کے نکاح کی

درخواست کی اور میں چپ رہا یہ بات تم کو ناگوار گزری لیکن میرے چپ رہنے کی وجہ یہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں حفصہؓ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ حفصہؓ سے نکاح کا ارادہ نہ ہوتا تو میں خود سیدہ حفصہؓ سے نکاح کے لیئے تیار تھا۔

(بخاری ج ۲ ص ۵۷۱ ، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۸۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی سیدہ حفصہؓ اس قدر خوش قسمت تھیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے اُن سے نکاح کرنے کا خود اظہار فرمایا، جس سے صاف عیاں ہے کہ دونوں خاندانوں میں کوئی رنجش یا عداوت نہ تھی ۔جیسا کہ دشمنانِ صحابہؓ بیان کرتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد یا سسر ہونا کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے۔ یہ اعزاز سیدنا صدیق اکبرؓ کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ کو حاصل ہوا۔ حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ہر نسب اور سبب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا۔ سوائے میرے نسب اور انتساب کے۔"

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۲ ، شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید باب تزویج عمرؓ بام کلثوم بنت علیؓ ص)

شیعہ حضرات نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"مروی شیعہ وسنی است کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود ۔

من زوجنی و تزوج منی من الامۃ احد لا یدخل النار لانی سئلت اللہ عنہ ووعدنی بذالک ۔

"شیعہ اور سنی روایات میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے مجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کی یا میں نے اپنی بیٹی کی اُس سے شادی کی ، وہ کبھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ کیونکہ میں نے اس بارہ میں اللہ تعالیٰ سے

سوال کیا تھا اور اس نے اس بارہ مجھ سے وعدہ فرما لیا ہے۔"

(تفسیر لوامع التنزیل ج ۲ ص ۴۷۶ ، جزو ثانی ، لاہور)

رشتۂ دوم سیدنا فاروقِ اعظمؓ کا خاندانِ علویؓ سے دوسرا بڑا رشتہ یہ تھا کہ سیدہ ام کلثوم بنتِ علیؓ جو سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھیں ، ان کے حبالۂ عقد میں تھیں ۔

سیدہ ام کلثومؓ سے سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی اولاد بھی ہوئی ۔ یہ نکاح ذوالقعدہ ۱۷ھ میں ہوا مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا ۔ سیدہ ام کلثومؓ سے سیدنا عمرؓ کا ایک لڑکا زیدؓ اور ایک لڑکی رقیہؓ پیدا ہوئیں ۔ بعض مورخین نے ایک اور لڑکی فاطمہ نامی کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے ۔ سیدنا زید بن عمرؓ جب جوان ہوئے تو ایک مرتبہ ان کے قبیلہ بنی عدی کے کچھ لوگوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا ۔ رات کا وقت تھا ، جواں سال زید بن عمرؓ ان کے درمیان مصالحت کی خاطر عین لڑائی کے وقت پہنچے ۔ رات کی تاریکی میں ایک شخص کے ہاتھوں سر میں زخم آ گیا ۔ چند روز صاحبِ فراش رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ۔

انہی ایام میں جب سیدنا زید بن عمرؓ زخمی ہو کر صاحبِ فراش تھے ۔ اتفاقاً ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ بھی بیمار ہو گئیں ۔ کچھ روز بیمار رہنے کے بعد دونوں ماں بیٹا ایک ہی وقت میں انتقال کر گئے ۔ اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پہلے کس کا انتقال ہوا ۔

دونوں کے جنازے بیک وقت اٹھائے گئے ۔ ایک روایت کے مطابق نمازِ جنازہ سعید بن العاصؓ امیرِ مدینہ نے پڑھائی ۔ اور دوسری روایت کے مطابق سیدنا عبداللہ بن عمر الفاروقؓ نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے ۔ لیکن ہمارے خیال میں پہلی روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ اسلامی اصول کے مطابق نمازِ جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ حقدار خلیفۂ وقت یا اس کا نائب ہوتا ہے ۔

(فروع کافی ج ۱ ص ۹۳ ، باب اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیت)

نمازِ جنازہ میں سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ بھی موجود تھے کیونکہ یہ واقعہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دورِ خلافت میں پیش آیا لیکن ستیاناس ہو تعصب اور ہٹ دھرمی کا کہ یہ

دل سے خلوص، عقل سے فہم، زبان سے اعترافِ حق اور قلم سے اظہارِ صداقت کی جرأت سلب کر لیتی ہے۔ لہٰذا اتنی موٹی بات کا بھی انکار کیا گیا اور سیّدنا عمرؓ کی زندگی میں کیڑے نکالنے شروع کر دیئے حالانکہ ان کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح بے داغ ہے۔ فاروقی اور علوی خاندانوں کا یہ رشتہ جس قدر اہم ہے، اسی قدر اکثر لوگ اس سے ناواقف اور ناآشنا ہیں۔ چنانچہ معز الدولہ دیلمی اور اس کا خاندان رفض و شیعیت میں خاص غلو رکھتا تھا۔ ماتم حسینؓ کی ابتدائی بنیاد اسی نے ڈالی تھی لیکن بعد میں جب سیّدہ اُم کلثومؓ کا سیّدنا فاروق اعظمؓ کے حبالۂ عقد میں آنے کا حال اُسے دلائل سے معلوم ہوگیا تو وُہ حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا۔

ماسمعت ھذا قطّ "میں نے تو یہ کبھی نہیں سُنا"

اسی رشتہ کی حقیقت معلوم ہونے سے وہ شیعیت سے تائب ہوگیا۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۱۱ ص ۲۶۲)

یہی حال موجُودہ زمانے کے اہلِ تشیع کا ہے کہ سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کی مخالفت میں زمین و آسمان ایک کر دیں گے لیکن جب ان حضرات کو یہ بتایا جائے کہ بھئی اگر سیّدنا فاروقِ اعظمؓ ایسے ہی تھے جیسا تم کہتے ہو تو سیّدنا علیؓ نے اتنا جہاندیدہ اور عالم و فاضل، بہادر اور شجاع بلکہ شیرِ خدا ہوتے ہُوئے ایسے شخص کو اپنی لڑکی کیوں بیاہ دی؟ یہ بات سُنتے ہی ان کے مُنہ سے جھاگ بہنی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر وُہ کہیں سیّدنا فاروق اعظمؓ پر ظلم و استبداد کا الزام لگاتے ہیں، تو کہیں سیّدنا علیؓ پر بُزدلی اور بے غیرتی کا۔ حالانکہ یہ نکاح صاف بتاتا ہے کہ سیّدنا فاروق اعظمؓ دامادی کی ان شرائط پر پُورے اُترتے تھے جو سیّدنا علیؓ کے ذہن میں تھیں۔ تبھی تو انہوں نے اپنی صاحبزادی ان کے حبالۂ عقد میں دی۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے اس نکاح کی یہی وجہ بتائی ہے کہ سیّدنا فاروق اعظمؓ مومن کامل تھے۔ اس وجہ سے سیّدنا علیؓ نے انہیں اپنا داماد بنالیا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

"و بگیر پرسید کہ چرا آنحضرت دخترِ خود را بعمر بن خطابؓ داد، گفت بواسطہ آں کہ اظہار

شہادتین می نمود۔ بزبان واقرار بفضل حضرت امیر می کرد۔"

"سیدنا علیؓ کے با اعتماد شیعوں میں سے علی بن اسماعیل سے پوچھا گیا کہ سیدنا علیؓ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح سیدنا عمر بن الخطابؓ سے کیوں کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ اللہ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتے تھے اور سیدنا علیؓ کے فضل وکمال کا بھی اقرار کرتے تھے۔"

(مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۳۵۱، تہران۔ مناقب ابن شہر آشوب ص ۲۷۵)

سیدہ ام کلثومؓ کا سیدنا عمرؓ سے نکاح اتنا واضح اور مبرہن ہے کہ سُنی اور شیعہ دونوں علماء نے قریباً اپنی ہر کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ چند حوالہ جات ہم یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کی تسلی خاطر ہو۔ اور پتہ چلے کہ ان حضرات کا آپس میں کس قدر پیار تھا جن کی عداوت اور دشمنی کی مرثیہ خوانی آج کی جاتی ہے۔

اہلِ سُنت کی کتابوں سے نکاح کا ثبوت

۱۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے بخاری کا حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اہلِ سُنت کے ہاں اس کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ:

قال ثعلبة ابن ابی مالك ان عمر بن الخطاب قسم مروطا بين نساء من نساء المدينة فبقی مرط جيد فقال له بعض ما عنده يا امير المؤمنين! اعط هذا ابنت رسول الله صلی الله عليه وسلم التی عندك يريدون ام كلثومؓ بنت علی فقال ام سليط احق وام سليط من نساء الانصار ممن بايع رسول الله صلی الله عليه وسلم ۔۔۔ الخ

(بخاری ج ۱ ص ۴۰۳)

"ثعلبہ بن ابی مالک فرماتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ بن الخطاب نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں تقسیم کے بعد ایک چادر بچ گئی۔ سیدنا عمرؓ بن الخطاب کے پاس

بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بعض نے کہا، اے امیرالمومنین۔ یہ بنتِ رسول اللہؐ جو آپ کے حبالۂ عقد میں ہے اُس کو دے دیں، اس سے ان کی مراد اُم کلثومؓ بنتِ علیؓ تھیں۔ سیّدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا، کہ اُم سلیطؓ اس کی زیادہ حق دار ہے۔ اور اُم سلیطؓ انصار کی اُن عورتوں میں سے تھی جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی تھی۔"

۲۔ امام حاکم نے المستدرک میں نقل کیا ہے کہ:۔

"سیّدنا جعفر صادقؒ اپنے باپ محمد الباقرؒ سے اور وہ سیدنا زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا عمرؓ بن الخطاب نے سیّدنا علیؓ سے کہا کہ اُم کلثومؓ کا نکاح مجھ سے کردیں۔ سیّدنا علیؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس کا رشتہ اپنے بھائی کے بیٹے سیّدنا عبداللہ بن جعفر الطیارؓ سے کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ سیّدنا عمرؓ نے کہا، آپ مجھ سے اس کا نکاح کردیں، بخدا! میں اس کی ایسی نگہداشت کروں گا کہ کوئی دُوسرا اس کی اُس طرح نگہداشت نہ کرسکے گا۔

فانکحه علیؓ

پس سیّدنا علیؓ نے اُس کا نکاح عمرؓ سے کردیا۔

اس کے بعد سیّدنا عمرؓ مہاجرین میں تشریف لائے اور انہیں مخاطب کرکے فرمایا کہ مجھے مبارک باد دو، انھوں نے کہا امیرالمومنین! کس بات کی مبارک باد؟ آپ نے فرمایا اُم کلثومؓ بنتِ علیؓ جو سیّدہ فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے ہے، سے نکاح کی خوشی میں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، آپؐ فرماتے تھے:۔

کل نسب وسبب ینقطع یوم القیامة الا ما کان من سببی و نسبی: فاحببت ان یکون بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسب وسبب: (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۲)

"ہر نسب اور تعلق قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا۔ سوائے میرے نسب اور تعلق کے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے درمیان نسبی تعلق قائم ہو جائے۔"

۳۔ ابن قتیبہ الدینوری نے اپنی مشہور کتاب المعارف میں اس نکاح کو کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ سیدنا علیؓ کی اولاد کے ذکر میں لکھا:۔

واما ام کلثوم الکبریٰ وھی بنت فاطمۃ فکانت عند عمر بن الخطاب ولدت لہ ولدًا قد ذکرناھم۔

"اور اُم کلثوم الکبریٰؓ جو کہ سیدہ فاطمہؓ کی صاحبزادی تھیں، سیدنا عمرؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ سیدنا عمرؓ کی اس میں سے اولاد بھی ہوئی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔"

(المعارف ص ۹۲۔ کراچی)

اسی طرح ابن قتیبہ نے سیدنا عمرؓ کی اولاد کے سلسلہ میں بھی سیدہ اُم کلثومؓ بنت فاطمہ کا ذکر کیا ہے کہ سیدنا عمرؓ کی ان سے اولاد بھی ہوئی۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام زید بن عمرؓ تھا اور لڑکی کا نام فاطمہؓ، بعض نے اس کا نام رقیہؓ بتایا ہے۔ (المعارف ص ۷۹-۸۰)

۴۔ علامہ ابن حزم الاندلسیؒ نے بھی اپنی کتاب میں اس نکاح کا ذکر ان الفاظ میں کیا:۔

وتزوج ام کلثوم بنت علی المرتضٰی بنت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب فولدت لہ زیدًا لم یعقب ورقیۃ ثم خلف علیھا بعد عمر رضی اللہ عنہ عون بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف علیھا بعدہ محمد بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف علیھا بعدہ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بعد طلاقہ لاختھا زینب۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کی بیٹی سیدہ اُم کلثوم بنت

علیؓ سے سیدنا عمرؓ بن الخطاب نے نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکا زید جو لاولد تھا پیدا ہوا، اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی۔ پھر سیدنا عمرؓ کے انتقال کے بعد سیدہ اُمِّ کلثومؓ کا نکاح (اپنے تایا زاد بھائی) عون بن جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوا، پھر محمد بن جعفرؓ بن ابیطالب سے ہوا، پھر عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوا۔ جب عبداللہؓ نے اس کی بہن زینب بنتِ علیؓ کو طلاق دی۔"

(جمہرۃ الانساب ص ۳۷)

۵۔ علامہ ابوجعفر محمد بن حبیب بن اُمیہ بن عمرو الہاشمی نے اپنی مشہور کتاب "المجبر" میں اس نکاح کے بارہ میں سیدنا علیؓ کے دامادوں کی فہرست بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:۔

وعمر بن الخطاب رحمہ اللہ کانت عندہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ ثم خلف علیھا عون ثم محمد ثم عبد اللہ بنو جعفر بن ابی طالب۔

اور عمرؓ بن الخطاب کے نکاح میں اُمِ کلثوم بنتِ علیؓ تھیں۔ پھر ان کے انتقال کے بعد وہ عون بن جعفرؓ بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں۔ پھر محمد بن جعفرؓ بن ابی طالب کے نکاح میں اور اس کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں۔ (کتاب المجبر ص ۵۶۔ لاہور)

۶۔ علم الانساب کی ایک مشہور کتاب "نسب قریش" میں بھی اس نکاح کا ذکر کیا گیا ہے۔ لکھا ہے:۔

واُمّ کلثوم الکبرٰی ولدت لعمر بن الخطاب وامّھم فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی ام کلثومؓ کے بطن سے سیدنا عمرؓ بن الخطاب کی اولاد ہوئی اور ان کی والدہ فاطمہ

بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔

(نسب قریش لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ الزبیری ص ۴۱ مصر)

۷۔ ابن جریر طبری اسلامی تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور عالم کتاب "تاریخ الامم والملوک" میں اس نکاح کے بارہ میں لکھا ہے کہ:۔

تزوّج عمر بن الخطاب أمّ کلثوم ابنة علی ابن ابی طالب و ھی ابنة فاطمہ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ودخل بھا فی ذی القعدہ۔

عمرؓ بن الخطاب نے نکاح کیا اُم کلثومؓ بنت علیؓ بن ابی طالب سے جو کہ سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ اور ذی قعدہ میں یہ سیدنا عمرؓ کے ہاں آئیں۔ (طبری ج ۳ ص ۱۶۸، ۲۳۹، ۲۴۰)

طبری ہی میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:۔

وتزوّج أمّ کلثوم بنت علیؓ بن ابیطالب وامّھا بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم واصدقھا فیما قیل اربعین الفا فولدت لہ زیدًا ورقیۃ۔

اور سیدنا عمر بن الخطاب نے سیدہ اُم کلثوم بنت علیؓ سے نکاح کیا جو کہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ سیدنا عمرؓ نے ۴۰ ہزار مہر مقرر فرمایا۔ اور سیدہ اُم کلثومؓ سے سیدنا عمرؓ کا ایک لڑکا زید، اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئیں۔ (طبری ج ۳ ص ۲۷۰)

۸۔ علامہ ابن کثیرؒ نے بھی اس نکاح کے بارہ میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

وفیھا تزوّج عمر بن الخطاب بأمّ کلثوم بنت علیؓ بن ابیطالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

ودخل بها فی ذی القعدہ۔

" اور ۱۷ھ میں سیدنا عمرؓ بن خطاب نے سیدہ اُم کلثوم بنت علیؓ بن ابی طالب سے نکاح کیا جو کہ فاطمہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھیں۔ اور یہ نکاح ذی قعدہ میں منعقد ہوا۔" (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۸۱، مصر)

سیدنا علیؓ ابن ابی طالب کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:-

وام کلثوم وھذہ تزوج بہا عمر بن الخطاب کما تقدم۔

اور (سیدنا علیؓ کی سیدہ فاطمہؓ سے اولاد میں سے زینب کے علاوہ) اُم کلثوم تھیں اور اُسی سے سیدنا عمرؓ بن الخطاب نے نکاح کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۳۲)

۹۔ اس نکاح کے بارہ میں علامہ ابن اثیر نے بھی یہی کچھ لکھا ہے:-

ثم تزوج ام کلثوم بنت علیؓ بن ابی طالب وامہا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصدقہا اربعین الفا فولدت لہ رقیہ وزیدا۔ (الکامل لابن اثیر ج ۳ ص ۵۴)

پھر سیدنا عمرؓ نے اُم کلثوم بنت علیؓ ابن ابی طالب سے نکاح کیا۔ اور اُم کلثومؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا مہر ۴۰ ہزار درہم مقرر ہوا۔ ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ نامی پیدا ہوئی۔

۱۰۔ علامہ ابن جوزی نے سیدنا عمرؓ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وزید الاکبر ورقیۃ وامہا ام کلثوم بنت علیؓ

اور سیدنا عمرؓ کا ایک لڑکا زید الاکبر اور ایک بیٹی رقیہ تھی۔ ان دونوں کی والدہ سیدہ اُم کلثوم بنت علیؓ تھی۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۷۵، مصر)

یہی کچھ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو

الاصابہ ج ۴ ص ۴۹۲ ، الاستیعاب ج ۴ ص ۴۹۰ پر ن شبہ اصابہ ۔

شیعہ حضرات کی کتابوں سے نکاح کا ثبوت

یہ چند حوالہ جات تھے جو اہل سُنت والجماعت کی کتابوں سے دیئے گئے اہل سُنت میں سے کسی شخص کو اس نکاح کے معاملہ میں اختلاف نہیں۔ البتہ حضرات شیعہ میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس نکاح سے اختلاف کرتے ہیں۔ وہ بھی اس لیئے کہ ایک خاص ماحول میں ان کی پرورش اور تربیت ہوئی۔ اُس ماحول میں ان کے لیئے سیدنا فاروق اعظمؓ کے بارہ میں کوئی نرم گوشہ اُن کے قلب میں نہیں۔ لہٰذا اُن کا ذہن یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ جس شخص کو وہ اوّل روز سے ہی اہلِ بیت نبوّت کا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے، وہ سیّدنا علیؓ کا داماد ہو جائے؟ لہٰذا انہوں نے طرح طرح کی تاویلیں شروع کر دیں جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ذکر کی جائے گی۔ یہاں پر صرف شیعہ کتب سے چند حوالہ جات درج کیئے جا رہے ہیں۔ تاکہ متذکرۃ الصدر حضرات کے دلوں سے تشکیک وارتیاب کے کانٹے نکل جائیں۔

شیعہ حضرات کی حدیث کی معتبرترین چار کتابیں ہیں جن کو صحاح اربعہ کہتے ہیں۔ ان چار کتابوں میں سے تین کتابوں میں اس نکاح کی تصدیق کی روایات موجود ہیں۔ ان میں سے صرف ایک کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں ہے۔ ان صحاح اربعہ میں سے بھی سب سے معتبر کتاب "الکافی" ہے جو اصول اور فروع دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی تصدیق امام معصومؒ نے کی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کی ہر روایت صحیح بلکہ صحیح ترین ہے۔

۱۔ اسی کافی میں ہے کہ :۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن المرأۃ المتوفی عنہا زوجہا تعتد فی بیتہا او حیث شاءت ؟ قال بل حیث شاءت ان علیاً صلوٰۃ اللہ علیہ لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ۔

"معاویہ بن عمار راوی کہتا ہے کہ میں نے سیدنا جعفر صادق ؒ سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ اپنی عدت کے ایام کہاں گزارے؟ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے؟ سیدنا جعفر صادق نے جواب دیا۔ وہ جہاں چاہے ایام عدت گزار سکتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا عمرؓ بن الخطاب انتقال فرما گئے تو سیدنا علیؓ اپنی صاحبزادی اُمّ کلثوم (زوجۂ عمرؓ) کے پاس گئے اور اس کو اپنے ساتھ گھر لے آئے۔

(فروعِ کافی ج ۲ ص ۳۱۱، نول کشور)

اسی مضمون کی ایک اور روایت اسی کتاب میں اسی صفحہ پر سلیمان بن خالد سے مروی ہے جو اوپر والی روایت کی تائید کرتی ہے۔

۲۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت حدیث کی دوسری معتبر کتاب "الاستبصار" میں اسی سلیمان بن خالد سے ان الفاظ میں منقول ہے:۔

عن سلیمان بن خالد قال سألت ابا عبد الله علیه السلام عن امرأۃ توفّی عنها زوجها این تعتدّ فی بیت زوجها أو حیث شاءت؟ قال بل حیث شاءت۔ ثم قال انّ علیاً علیه السلام لمّا مات عمر اتی أمّ کلثوم فاخذ بیدها فانطلق بها الی بیته

سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا جعفر الصادق ؒ سے اُس عورت کے بارہ میں مسئلہ پوچھا جس کا خاوند انتقال کر گیا ہو کہ وہ اپنی عدت اپنے خاوند کے گھر گزارے یا جہاں چاہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ جہاں وہ چاہے۔ پھر فرمایا کہ دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا عمرؓ کا انتقال ہوا تو سیدنا علیؓ اُمّ کلثومؓ کے پاس آئے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر گھر لے گئے۔ (الاستبصار، کتاب الطلاق باب المتوفی عنہا زوجہا ج ص ؟)

۳۔ تہذیب الاحکام جو کہ صحاح اربعہ میں سے ایک ہے، ایک مسئلہ کے ضمن میں سیدنا جعفر صادق ؒ، سیدنا محمد باقر ؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

ماتت ام کلثوم بنت علی وابنها زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحدة لایدری ایهما هلک قبل فلم یورث احدهما من الآخر وصلی علیهما جمیعًا۔

"سیدہ امِ کلثوم بنت علیؓ اور ان کے صاحبزادے زید بن عمرؓ بن الخطاب ایک ہی لمحہ میں فوت ہوئے اور یہ پتہ نہیں چل سکا کہ کون پہلے فوت ہوا، لہٰذا ایک کو دوسرے کا وارث نہ بنایا جا سکا۔ اور ان دونوں پر اکٹھی نماز جنازہ پڑھی گئی۔"

(تہذیب الاحکام، کتاب المیراث ج ۹ ص ۳۶۳)

۴۔ فقہ جعفریہ کی ایک مشہور کتاب شرائع الاسلام ہے۔ اس کے مصنف علامہ الحلی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ کیا غیر کفو میں نکاح جائز ہے؟ جواب میں لکھا ہے کہ:

ویجوز نکاح الحرّة العبد والعربیة العجمی والھاشمیة غیر الھاشمی۔ (شرائع الاسلام، کتاب النکاح ص)

"آزاد عورت کا غلام مرد کے ساتھ، عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھ نکاح درست ہے۔"

شیعہ حضرات کے کسی عام عالم نے نہیں بلکہ الشہید الثانی شیخ علامہ زین الدین احمد العاملی نے اس کی ایک ضخیم شرح لکھی۔ اس شرح میں متن کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ

وزوّج النبی ابنته عثمان وزوّج ابنته زینب بابی العاص بن الرّبیع ولیس من بنی ھاشم وکذالک زوّج علی ابنته امّ کلثوم من عمر وتزوّج عبداللہ بن عمرو بن عثمان فاطمة بنت الحسین وتزوّج مصعب ابن الزبیر اختھا سکینة وکلّھم من غیر بنی ھاشم۔

دوسری صاحبزادی زینب کا نکاح سیدنا ابو العاص بن الربیع سے ۔ حالانکہ یہ دونوں بنو ہاشم میں سے نہ تھے ۔ اسی طرح سیدنا علیؓ نے اُم کلثومؓ کا نکاح سیدنا عمر بن الخطاب سے کیا ۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ سے سیدنا حسین بن علیؓ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کا نکاح ہوا ۔ اور ان کی ہمشیرہ سیدہ سکینہ بنت الحسینؓ کا نکاح سیدنا مصعب ابن زبیرؓ سے ہوا ۔ یہ سارے کے سارے غیر بنی ہاشم میں سے تھے ۔

(مسالک الافہام شرح شرائع الاسلام کتاب النکاح باب لواحق العقد ایران)

شیعہ محدثین اور فقہاء نے اس نکاح پر چار مسائل کی بنیاد رکھی ہے ۔ اور ان چار مسائل میں اس واقعہ نکاح کو بطور دلیل پیش کیا ہے ۔

ا ۔ پہلا مسئلہ یہ کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عورت ایام عدت کہاں گزارے ؟ خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے ۔ اس مسئلہ میں بھی اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کیا گیا کہ ضروری نہیں کہ اپنے خاوند کے گھر ہی ایام عدت گزارے ، بلکہ جہاں چاہے گزارے ۔ کیونکہ سیدنا عمرؓ کے انتقال کے بعد سیدنا علیؓ ان کی زوجہ محترمہ اور اپنی صاحبزادی سیدہ اُم کلثومؓ کو اپنے گھر لے گئے تھے اور وہاں انہوں نے اپنی عدت کے دن گزارے

ب ۔ دوسرے نمبر پر یہ وراثت کے مسئلہ میں اس کو بطور دلیل پیش کیا گیا ۔ کیونکہ سیدہ اُم کلثومؓ اور ان کے بیٹے زید بن عمرؓ کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا ، لہٰذا معلوم نہیں ہو سکا کہ کون کس کا وارث تھا ؟

ج ۔ تیسرا مسئلہ یہ کہ اگر ایک مرد اور ایک عورت کا جنازہ اکٹھا ہو جائے تو دونوں پر ایک ہی نمازِ جنازہ پڑھی جا سکتی ہے ۔ اور دلیل میں سیدہ اُم کلثومؓ اور زید بن عمرؓ کے جنازہ کو پیش کیا گیا کہ ان دونوں پر حضرت حسنینؓ اور دیگر صحابہؓ کی موجودگی میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ، اور دوسری روایت کے مطابق سعید بن العاص الاموی نے اکٹھی نماز جنازہ پڑھائی

د ۔ چوتھا مسئلہ یہ کہ کیا بنو ہاشم کی عورت کا غیر بنی ہاشم میں نکاح جائز اور درست ہے ؟

اس مسئلہ کے جواز کے لیے بھی بطور دلیل فقہائے شیعہ نے اس واقعہ کو پیش کیا ہے کہ اگر بنو ہاشم کی عورت کا نکاح غیر بنی ہاشم میں جائز نہ ہوتا تو سیدنا علیؓ اپنی صاحبزادی اُم کلثوم کو جو سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھیں غیر ہاشمی شخص امیرالمومنین سیدنا عمر فاروقؓ سے کیوں بیاہ دیتے؟ اگر ان دونوں کے نکاح کا واقعہ غلط ہے تو پھر یہ مسائل بھی غلط ہیں جن کی اس واقعہ پر بنیاد رکھی گئی ہے۔

۵۔ نہج البلاغۃ کی شرح ابن ابی الحدید میں سیدہ اُم کلثومؓ بنت علیؓ کے سیدنا عمرؓ کی زوجۂ محترمہ ہونے کو کئی جگہوں پر نقل کیا گیا ہے ایک جگہ تو عطر اور خوشبو کے سلسلہ میں اس چیز کو یوں بیان کیا۔

وجّہ عمر الی ملك الروم بریدًا، فاشترت اُمّ کلثوم امرأة عمر طیبًا بدنانیر وجعلته فی قارورتین واھدتھما الی امرأة ملك الروم فرجع البرید الیھا ومعه ملاء قارورتین جواھر فدخل الیھا عمر وقد صبّت الجواھر فی حجرھا فقال من این لك؟ فاخبرته فقبض علیه وقال ھذا للمسلمین. قالت کیف وھو عوض ھدیتی قال بینی وبینك ابوك. فقال علی علیه السلام لكِ منه بقیمة دینارك والباقی للمسلمین جملة لان برید المسلمین حمله۔

سیدنا عمرؓ نے بادشاہِ روم کی طرف ایک ایلچی بھیجا۔ اُم کلثومؓ زوجۂ عمرؓ بن الخطاب نے دو دینار کی خوشبو لے کر اور دو شیشیوں میں بھر کر بادشاہِ روم کی بیوی کو تحفہ کے طور پر بھیجی جب سیدنا عمرؓ کا ایلچی واپس آیا تو وہ اس خوشبو کے بدلے میں دو شیشیاں موتیوں کی بھری ہوئی لایا۔ سیدنا عمرؓ نے انہیں دیکھا جبکہ ان کی زوجۂ محترمہ سیدہ اُم کلثومؓ ان موتیوں کو اپنی جھولی میں لیے بیٹھی تھیں۔ سیدنا عمرؓ

نے پوچھا یہ موتی کہاں سے آئے ؟ سیدہ ام کلثومؓ نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ سیدنا عمرؓ نے وہ سارے موتی پکڑ لیے اور فرمایا، یہ سب کے سب مسلمانوں کے ہیں (صرف تمہارے نہیں ہیں) سیدہ ام کلثومؓ نے کہا یہ کیسے ؟ کیونکہ یہ تو میرے ہدیئے کا معاوضہ ہے۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا اچھا اس کا فیصلہ میرے اور تمہارے درمیان تمہارے ابا (سیدنا علیؓ) کریں گے۔ سیدنا علیؓ نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان موتیوں میں سے ایک دینار کی قیمت کے موتی تمہارے ہیں۔ اور بقیہ تمام مسلمانوں کے ہیں کیونکہ مسلمانوں کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔"

(شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۵۷۵ ، بیروت)

اسی کتاب میں ایک اور واقعہ نقل ہے کہ سیدنا علیؓ جب خلیفہ بنے تو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے ان کی بیعت نہ کی۔ سیدنا علیؓ نے انہیں بلا کر بیعت کے لیئے کہا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے کہا جب دوسرے سب حضرات نے آپ کی بیعت کر لی تو میں بھی کر لوں گا۔ پہلے روز بھی یہی بات ہوئی اور دوسرے روز بھی لیکن تیسرے روز ایک شخص نے سیدنا علیؓ سے آکر یہ کہا :-

ان ابن عمر قد خرج الی مکۃ یفسد الناس علیک فامر بالبعث فی اثرہ۔ فجاءت ام کلثوم ابنتہ فسألتہ وضرعت الیہ فیہ وقالت یا امیر المؤمنین ! ان خرج الی مکۃ لیقیم بھا وانہ لیس بصاحب سلطان ولا ھو من رجال ھذا الشأن وطلبت الیہ ان یقبل شفاعتھا فی امرہ لانہ ابن بعلھا۔ فاجابھا وکف عن البعثۃ الیہ

کہ ابن عمرؓ مکہ کی طرف لوگوں کو آپ کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لیئے چلا گیا ہے۔ پس سیدنا علیؓ نے اس کے پیچھے کسی شخص کو بھیجنے کا حکم فرمایا۔ یہ بات سنتے ہی، سیدہ ام کلثومؓ سیدنا علیؓ کی صاحبزادی آپ کے پاس آئی اور عبداللہ بن عمرؓ کے بارہ میں سفارش کی اور کہا، اے امیر المومنین ! اگر عبداللہ مکہ کی طرف چلا گیا ہے تو وہ وہاں

رہنے کے لیئے گیا ہے۔ آپ کے خلاف لوگوں کو ورغلانے کے لیئے نہیں گیا کیونکہ وُہ کوئی صاحبِ اقتدار نہیں ہے اور نہ اس قماش کا ہے۔ اور سیدہ اُم کلثوم رضؓ نے چاہا کہ عبداللہ رضؓ کے بارہ میں اُس کی سفارش قبول کی جائے۔ کیونکہ عبداللہ رضؓ ان کے خاوند (عمر رضؓ ابن الخطاب) کا بیٹا ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضؓ نے سیدہ اُم کلثوم رضؓ کی سفارش قبول کرلی اور عبداللہ رضؓ کے پیچھے آدمی بھیجنے سے رُک گئے۔

(ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۱ ، مصر)

ابن ابی الحدید نے شیعہ ہونے کے با وجود سیدہ اُم کلثوم رضؓ کے سیدنا عمر رضؓ بن الخطاب سے نکاح کے واقعہ کو مختلف انداز اور مختلف طریقوں سے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر نقل کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ اس نکاح کے انعقاد میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور اہل بیت نبوت، اور صحابہ کرام رضؓ آپس میں دوستانہ بھائی چارے کی فضا میں زندگی گزارتے تھے۔ کیونکہ رشتہ دار دوست اور بھائی بندہی آپس میں کرتے ہیں۔ دشمن اور آپس میں عداوت رکھنے والے تو آپس میں دامادی اور سمدھی ہونے کے تعلقات استوار نہیں کرتے۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ج ۷ ص ۱۳۹، ج ۱۲ ص ۷۶، مصر، ج ۴ ص ۵۷۵ ، ج ۳ ص ۱۲۴ ، بیروت۔

شیعہ حضرات کی مختلف کتابوں سے یہ صرف چند حوالہ جات نقل کیئے گئے ہیں، وگرنہ قریباً ہر کتاب میں کسی نہ کسی رنگ میں اس نکاح کا اقرار موجود ہے۔ طوالت کے خوف سے صرف اختصار کو اختیار کیا گیا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ بعض حضرات نے اپنی بھیڑوں کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیئے اس نکاح کا تو انکار نہیں کیا، لیکن اُن کے اذہان میں یہ شبہ ڈالنے کی سعی ناکام کی کہ سیدنا عمر رضؓ چونکہ صاحبِ اقتدار تھے اور سیدنا علی رضؓ رعایا۔ لہٰذا یہ نکاح تو ضرور ہوا لیکن سیدنا علی رضؓ نے جبر واکراہ سے اپنی صاحبزادی کا نکاح اُن سے کردیا۔ دلی طور پر نہ سیدنا علی

ں نکاح سے راضی تھے۔ اور نہ ہی اُن کی صاحبزادی سیدہ اُم کلثومؓ۔ یہ شبہ اور اس نکاح کی تاویل اس قدر بے بنیاد ہے کہ کوئی سمجھ دار اور پڑھا لکھا آدمی تو کیا، ایک جاہل اور احمق شخص ی اس کو قبول نہیں کر سکتا۔ اور "جاہل گفت ابلہ باور کرد" کی مثال اس پر منطبق ہوتی ہے۔

سیدنا علیؓ تو اسداللہ الغالب تھے، شیرِ خدا تھے، کوئی بزدل تھوڑے تھے جو سیدنا عمرؓ سے ڈر کر اور خوف زدہ ہو کر اپنی لڑکی ان کو بیاہ دیتے۔ وہ تو خیر القرون تھا، اس گئے گزرے زمانے میں بھی کوئی شخص اپنے دشمن سے اپنی لڑکی نہیں بیاہتا۔ لاکھ دھونس اور دھاندلی ہو، ایک نادار مفلس و قلاش بلکہ کمزور اور ناتواں شخص بھی اپنی غیرت کے لیے مر جاتا ہے۔ دوسرے خاندان نہ سہی خاندان بنو ہاشم ہی کے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد اس وقت موجود تھی جو اس معاملہ میں مزاحمت کر سکتی تھی لیکن تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ کسی نے بھی ذرہ برابر مزاحمت نہ کی، بلکہ سیدنا عمرؓ کی خاندانِ نبوت سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی خواہش کو پوری خوش دلی سے پورا کیا پھر کہنا کہ :-

فاما تزویجہ بنتہ فلم یکن ذالک عن اختیار والخلاف فیہ مشہور۔ (کتاب الشافی ص ۱۶ - ایران)

سیدنا علیؓ کا اپنی صاحبزادی کا نکاح کرنا اپنی مرضی اور اختیار سے نہ تھا۔ اور اس میں اختلاف مشہور ہے۔

یہ بے اختیاری اور مجبوری کس وجہ سے تھی؟ یہ وجہ معلوم نہیں ہو سکی کیونکہ یہ تو کہہ دیا گیا کہ سیدنا علیؓ نے یہ نکاح بے اختیاری سے کیا لیکن کوئی عذر سیدنا علیؓ کے منہ سے نہ کہلوایا گیا کہ میں اس وجہ سے اپنی بچی کی شادی آپ سے نہیں کرنا چاہتا۔ یعنی یہ کہ میں آپ کو پسند نہیں کرتا۔ یا آپ کی عمر زیادہ ہے اور اُم کلثومؓ کی عمر کم ہے یا آپ بدصورت ہیں۔ اس قسم کا کوئی عذر بھی تو سیدنا علیؓ نے بیان نہیں کیا۔ بلکہ تاریخ کے اوراق یہ بتاتے ہیں کہ اِدھر سیدنا عمرؓ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا، اُدھر سیدنا علیؓ نے اس کو قبول فرمالیا۔ یہ چیز اس بات کی صریحاً

غمازی کرتی ہے کہ یہ رشتہ سیدنا علیؓ نے برضا و رغبت کیا اور بنی عدی اور بنو ہاشم کے مابین رشتۂ مودت و محبت کو استوار اور پختہ کرنے کے لیئے کیا۔ اور اس لیئے کیا کہ سیدنا عمرؓ بن الخطاب مسلمان تھے۔ چنانچہ شیعہ حضرات نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جب پوچھا گیا کہ سیدنا علیؓ نے اپنی لڑکی سیدنا عمرؓ سے کیوں بیاہ دی؟ تو جواب دیا گیا کہ :۔

"بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود بزبان و اقرار بفضل حضرت امیر می کرد۔"

"اس لیئے یہ نکاح کیا گیا کہ عمرؓ دو شہادتوں (توحید و رسالت) کا اقرار کرتے تھے اور سیدنا علیؓ کی عظمت کے بھی قائل تھے۔"

(مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۲۰۴ تہران، مناقب شہر آشوب ص ۲۷۵ بیروت، تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین ج ۱ ص ۲۸۷ دہلی)

پھر ہمیں تاریخ کے اوراق میں یہ بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ ام کلثومؓ نے ایک بار پر اپنے میکے آ کر سیدنا عمرؓ کی اپنے ابا سے شکایت کی (وہ شکایت بھی یار لوگوں نے فرضی بنائی ہوئی ہے) تو جواب میں سیدنا علیؓ نے اپنی بیٹی سے فرمایا :۔

"اے فرزند! او شوہر تست۔"

اے بیٹی! وہ تیرا شوہر ہے۔ (اس کی شکایت نہیں کرنی چاہیئے)

تاریخ اس بات کی بھی شہادت دیتی ہے کہ سیدنا عمرؓ کی اس نکاح سے غرض و غایت نہ کوئی دشمنی تھی اور نہ سیدنا علیؓ سے کوئی انتقام لینا تھا بلکہ ان کا مقصد نکاح محض اور صرف خاندان نبوت سے اپنا ازدواجی رشتہ منعقد کرنا تھا۔ چنانچہ سیدہ ام کلثومؓ سے نکاح کے بعد انہوں نے صحابہؓ (مہاجرین و انصار) سے فرمایا کہ مجھے مبارک باد دو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ کس بات کی مبارک باد؟ فرمایا :۔

تزوجت ام کلثوم بنت علیؓ بن ابی طالب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب وصھر ینقطع

یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وصھری۔

"میں نے اُم کلثومؓ سے شادی کرلی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا، کل قیامت کو ہر تعلق اور سُسرالی رشتہ منقطع ہو جائے گا۔ صرف میرا تعلق، نسب اور سُسرالی رشتہ باقی رہے گا۔"

(ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۲۴ بیروت، ناسخ التواریخ، تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۲۹۶، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۲، کتاب الخصال لابن بابویہ القمی ص ۱۲۳ کنز العمال ج ۷ ص ۹۸ طبع قدیم)

معلوم ہُوا کہ سیّدنا علیؓ نے امیر المؤمنین سیّدنا عمرؓ کو مومن اور اپنا محبّ سمجھتے ہوئے ہی دامادی کا شرف عطا فرمایا تھا، نہ کہ ان کے رُعب میں آکر جبر و اکراہ سے اپنی صاحبزادی ان کے حبالۂ عقد میں دی تھی۔ اور جبر و اکراہ کی جس قدر روایات ہیں وہ ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہیں۔ ورنہ سیّدنا علیؓ پر بے غیرتی اور بزدلی کا ایسا بدنما داغ لگتا ہے جس کو اُن کے سارے نام نہاد محبّ بھی اگر دھونا چاہیں تو نہیں دھو سکتے۔

اندازہ فرمایئے کہ ایک طرف تو سیّدنا علیؓ کی بہادری کی مختلف داستانیں گھڑی گئیں اور ان کے مُنہ سے یہ کہلوایا گیا کہ:

"اگر سارا عرب بھی میرے مقابلہ میں آجائے تو میں اُن کی گردنیں اُتارنے میں جلدی کرتا رہوں گا۔"

(نہج البلاغۃ خطبہ ۴۵ ص ۱۴۸، مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۳۶۱)

اور دوسری طرف یہ کہ انھوں نے سیّدنا عمرؓ سے خوفزدہ ہو کر اپنی صاحبزادی سیّدہ اُم کلثومؓ کا نکاح جبر و اکراہ کے ساتھ سیّدنا عمرؓ سے کر دیا۔ ان دونوں باتوں میں کسی معقول آدمی کو کوئی مطابقت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ کہاں سیّدنا علیؓ شیرِ خدا، فاتحِ خیبر، اسداللہ الغالب اور کہاں اس قسم کی بُزدلی کا مظاہرہ؟

ایک اور شبہ اور اس کا جواب

سیدہ اُمِ کلثومؓ کے سیدنا عمرؓ کے حبالۂ عقد میں آنے … حضرات کی طرف سے ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ جو … کلثومؓ سیدنا عمرؓ کے نکاح میں تھیں وہ سیدنا علیؓ کی صاحبزادی نہ تھیں بلکہ سیدنا صدیق اکـ… صاحبزادی تھیں۔ یہ بات بھی تاریخی اور عقلی طور پر غلط ہے کیونکہ:

۱۔ شیعہ حضرات کی متعدد روایات میں آتا ہے کہ سیدنا عمرؓ کے انتقال کے بعد سیدنا علیؓ اُ… ثوم کے گھر آئے اور ان کو عدت گزارنے کے لیے اپنے گھر لے گئے (ملاحظہ ہو فروع … فی ج ۲ ص ۳۱۱ باب المتوفی عنہا زوجہا المدخول بہا این تعتدّ و ما یجب علیہا، الاستبصار ج ۳ ص ۱۸۵، ۱۸۶، تہذیب الاحکام ص ۲۳۸، باب عدۃ النساء وغیرہم) سیدنا … اپنی بیٹی ہی کو اپنے گھر لے جا سکتے تھے۔ پرائی بیٹی کو کیسے اپنے گھر لے جا سکتے تھے … ور وہ بھی اپنے دشمن کی بیٹی کو۔

۲۔ کسی شیعہ امام نے یہ نہیں لکھا کہ اُم کلثومؓ بنت ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ کے حبالۂ عقد میں … ں۔ بلکہ وہ تو اُم کلثوم بنت علیؓ کو ہی سیدنا عمرؓ کی بیوی مانتے ہیں۔

۳۔ کسی محدث اور مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ اُم کلثومؓ بنت ابی بکرؓ، سیدنا عمرؓ کے نکاح … ئیں بلکہ اُن کا نکاح اور لوگوں سے ہوا۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

اُم کلثوم بنت ابوبکرؓ ان کی والدہ کا نام حبیبہ بنت خارجہ تھا۔ ان کی شادی سیدنا … ں طلحہؓ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب کے ساتھ ہوئی جن سے دو بچے پیدا … ئے زکریا اور یوسف۔ چنانچہ جب طلحہؓ بن عبید اللہ جنگِ جمل میں شہید ہو گئے تو پھر ا… ن شادی عبد الرحمن بن عبد اللہ کے ساتھ ہوئی۔ اور ان سے اُن کے الاحول موسیٰ … م حمید اور اُم عثمان نامی بچے پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶۲، بیروت)

خاندانِ عثمانی کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں

دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح سیدنا عثمانؓ کی بھی بنو ہاشم سے رشتہ داری تھی۔ سیدنا عثمانؓ کا بنو امیہ سے تعلق تھا اور سیدنا علیؓ کا بنو ہاشم سے لیکن حضور علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ہی ان دونوں خاندانوں کے آپس میں رشتہ داری کے تعلقات چلے آرہے تھے جس کا اعتراف ایک موقع پر سیدنا علیؓ نے بھی فرمایا۔

لم یمنعنا قدیم عزنا ولا عادی طولنا علی قومک ان خلطناکم بانفسنا فنکحنا وانکحنا فعل الاکفاء۔

(اے معاویہؓ!) آپ کی قوم پر ہماری دیرینہ عزت نے ہمیں اس بات سے منع نہیں کیا کہ ہم آپ لوگوں کو اپنے میں ملائیں۔ پس ہم نے تمہاری عورتوں کے ساتھ نکاح کیے اور تم نے ہماری عورتوں سے نکاح کیے۔ جیسا کہ ہم کفو لوگ آپس میں رشتے دیتے لیتے ہیں۔ (نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۳۲)

رشتہ اول سیدنا عثمانؓ کا سب سے پہلا خاندانِ بنو ہاشم سے یہ رشتہ تھا کہ سیدنا عثمانؓ کی والدہ اروٰی بنت کریز کی والدہ ام حکیم البیضاء جو کہ خاندانِ بنو ہاشم سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور بنو ہاشم کے سردار خواجہ عبدالمطلب کی بیٹی تھیں، کا نکاح کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف سے ہوا۔ اس نکاح سے ایک لڑکی اروٰیؓ پیدا ہوئیں جو سیدنا عثمانؓ کی والدہ تھیں۔ دوسرے لفظوں میں ان کی والدہ نے ہاشمی دودھ پیا تھا۔ اور یہ اروٰیؓ خواجہ عبدالمطلب کی نواسی حضور علیہ السلام کے والد عبداللہ اور سیدنا علیؓ کے والد ابو طالب کی حقیقی بھانجی تھیں۔ اس لحاظ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علیؓ سیدنا عثمانؓ کے سگے ماموں زاد بھائی تھے۔ اور سیدنا عثمانؓ ان کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اسی وجہ سے کتابوں میں آتا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی والدہ سیدنا علیؓ کی ابن خالی (ماموں زاد بھائی) ہیں۔

مخاطب کرتے تھے (اُمّ حکیم البیضاء کے اس رشتہ کے لیئے ملاحظہ ہو مستدرک حاکم ج ۴ ص ۶ ،
کتاب المحبّر لابی جعفر ص ۹ لاہور ، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۲ ، اسد الغابہ لابن اثیر ج ۵
ص ۱۹۱ وغیرہم)

رشتۂ دوم خاندانِ بنو ہاشم سے سیدنا عثمانؓ بن عفان کا دُوسرا رشتہ یہ تھا کہ آپ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے داماد تھے۔ اور یکے بعد دیگرے آپؐ کی دو صاحبزادیاں آپ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ ان میں سے سیّدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آپ کی اولاد بھی ہوئی۔ ایک صاحبزادہ عبداللہ نامی پیدا ہوا جس کے نام پر آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی مسعودی نے دو لڑکوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک عبداللہ الاکبر اور دوسرے عبداللہ الاصغر۔

(مروج الذہب ص ۳۳۱ ج ۲)

سیدہ رقیہ بنت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

صحبهما الله ! ان عثمان لاول من هاجر الى الله باهله

بعد لوط۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۱ ، مصر)

"جن لوگوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کی حضرت لُوطؑ کے بعد عثمانؓ اُن لوگوں میں اوّل ہیں۔

دامادی کا یہ رشتہ سیّدنا عثمانؓ کے لیئے بڑے فخر و مباہات کی بات تھی۔ لیکن اس پر مستزاد یہ کہ جب سیّدہ رقیہ سلام اللہ علیہا جنگِ بدر کے موقعہ پر بیمار ہو کر انتقال فرما گئیں ، اور سیّدنا عثمانؓ اپنی اس پیاری بیوی کے انتقال کی جُدائی کی وجہ سے مغموم و محزون تھے ، تو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی دُوسری صاحبزادی سیّدہ اُم کلثومؓ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ربیع الاوّل سنہ ۳ھ میں ان کے حبالۂ عقد میں دے دیا۔ اور جمادی الآخرۃ میں ان کی رخصتی بھی فرما دی۔ شعبان سنہ ۹ھ کو وُہ اس دارِ فانی سے انتقال کر گئیں۔ اس عرصہ میں وُہ اپنے خاوند

سیدنا عثمانؓ کے ساتھ نہایت خوش وخرّم زندگی بسر کرتی رہیں لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۸ بیروت، اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۱۲، تاریخ الخلفاء ص ۱۴۸ مصر)

سیدہ ام کلثومؓ کے انتقال کے بعد سیدنا علیؓ کے بیان کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

لو انّ لی اربعین بنتاً زوجتُ عثمان واحدۃً بعد واحدۃٍ حتی لا یبقی منھنّ واحدۃ۔

اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمانؓ سے نکاح کر دیتا۔ حتیٰ کہ ایک بھی نہ رہ جاتی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲ مصر، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۷۶)

آپ کے اسی عظیم شرف کی وجہ سے سیدنا علیؓ کے قول کی وجہ سے ملاء اعلیٰ میں آپ کا نام "ذوالنورین" رکھا گیا۔ چنانچہ سیدنا علیؓ نے فرمایا۔

ذاك امراٴ یدعٰی فی الملاٴ الاعلیٰ ذوالنورین کان ختن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی ابنتیہ۔

یہ شخص ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے پکارا جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں دے کر انہیں اپنی دامادی کا شرف عطاء فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹، مصر)

امام بیہقیؒ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ:-

"تخلیق آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک سوائے سیدنا عثمانؓ بن عفان کے کسی شخص کے نکاح میں نبیؐ کی دو بیٹیاں جمع نہیں ہوئیں اسی وجہ سے ان کا نام "ذوالنورین" رکھا گیا یعنی دو نوروں والا۔"

(تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹)

اندازہ فرمائیے! کہ سیدنا علیؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی سے

شادی کرکے آسمانِ فضیلت کا ایک ستارہ بن گئے۔ اور سیدنا عثمانؓ اسی رسولؐ کی دو
صاحبزادیوں کے شوہر نامدار ہو کر بھی مقام رسولؐ سے ناآشنا لوگوں کی دلی عداوت کی و
سے مطعون کیئے گئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلی غلط بات جو کہی گئی وہ یہ کہ۔
فاطمہؓ زوجۂ سیدنا علیؓ کے سوا آپ کی دوسری تین صاحبزادیوں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ،
سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہن کے بنات رسولؐ ہونے ہی کا انکار کر دیا گیا۔ چنانچہ بعض
ان کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تسلیم کیا۔ اور نہ ہی سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کی
بعض نے یہ کرم کیا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تو تسلیم نہ کیا، البتہ سیدہ خدیجہؓ کی
خاوند کی لڑکیاں تسلیم کیا۔ گویا یہ سیدہ فاطمہؓ کی ماں جائی بہنیں تھیں لیکن یہ دونوں باتیں حد
و تاریخ بلکہ قرآن کی روشنی میں غلط ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین
کیونکہ رسولؐ کی بیٹیاں، رسولؐ کی ابوت سے خارج کر دینا نہ صرف ان بیٹیوں کی توہین ہے بلکہ
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہے۔ چنانچہ اس فتنہ آفرین نظریہ کے رد کے لیے
جی چاہتا ہے۔ قرآن حکیم اور ان لوگوں کی کتابوں سے کچھ دلائل یہاں قارئین کرام کے لیے پیش
دوں۔ جو پیغمبر اسلامؐ کی بیٹیوں کو اپنے باپ سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ یقینی اور قطعی دلیل تو خود قرآن حکیم ہے۔ قرآن حکیم میں
حق تعالیٰ شانہ نے صاف لفظوں میں بنات رسولؐ کے مسئلہ کو حل فرما دیا۔ اور میرے خیال میں
اگر اور دلیل نہ بھی ہوتی تو قرآن کی یہی ایک آیت اس مسئلہ کے اثبات کے لیے کافی
ملاحظہ فرمایئے کہ کتنے صاف الفاظ میں حق تعالیٰ نے اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے، فرمایا:
یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ الخ
اے نبی! کہہ دے اپنی بیویوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مومنین کی عورتوں کو (الاحزاب)
اس آیت میں صاف طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات و بنات
طاہرات کا ذکر فرمایا گیا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹ...

زائد بیٹیاں تھیں۔ کیونکہ یہاں "بنات" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بنت کی جمع ہے۔ اور عربی زبان میں جمع کا صیغہ دو سے زائد اور کم از کم تین پر بولا جاتا ہے۔ ایک پر جمع کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔

بعض حضرات اپنی کند ذہنی اور جہالت کی بناء پر اس لفظ کی تاویل بلکہ تحریف کرتے ہیں کہ یہاں "بنات" سے پیغمبر کی حقیقی بیٹیاں مراد نہیں ہیں۔ بلکہ تمام اُمت کی عورتیں مراد ہیں کیونکہ پیغمبر اسلام تمام مومنہ عورتوں کے باپ ہیں اور وہ پیغمبر کی بیٹیاں ہیں۔ یہ تاویل قرآن سے غبی الذہن ہونے کی بیّن دلیل ہے کیونکہ اس سے اگلے الفاظ "وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ" میں عام مسلمانوں کی بیویوں کے بارہ میں خطاب کیا گیا جس سے اس شبہ کا ازالہ ہو گیا۔

احادیث اور تواریخ کی روایات قرآن حکیم کی اس آیت کی تائید بھی کرتی ہیں جن میں صاف طور پر بتایا کہ پیغمبر اسلام کی صرف ایک بیٹی نہیں تھی بلکہ چار بیٹیاں تھیں۔ زینبؓ، رقیہؓ، اُم کلثوم اور فاطمہ سلام اللہ علیہن۔ اب قرآن حکیم کی اس آیت اور احادیث و تواریخ کی ثقہ روایات کی موجودگی میں یہ کہہ دینا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی فاطمہؓ تھی۔ عناد، ہٹ دھرمی اور تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور میرے خیال میں پیغمبر کی بیٹیوں کو یہ کہنا کہ وہ پیغمبر کی بیٹیاں نہیں ہیں، پیغمبر کی شان میں اس سے بڑی اور کوئی گستاخی نہیں ہو سکتی۔

شیعہ حضرات کی سب سے معتبر کتاب "الکافی" میں صاف لفظوں میں مرقوم ہے:۔

وتزوج خديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولد له بعد المبعث الطيب والطاهر والفاطمة عليها السلام۔ (اصول الکافی ج ۱ ص ۴۳۹ طہران)

"اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا سے بیس اور کچھ سال کی عمر میں شادی کی۔ اور ان کے بطن سے اعلانِ نبوت سے قبل قاسمؓ، رقیہؓ، زینبؓ، اور اُم کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ اور اعلانِ نبوت کے بعد

طیبؓ، طاہرؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئے۔

ملّا باقر مجلسی نے ابن شہر آشوب کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

ولد من خدیجۃ القاسم وعبد اللہ وھما الطیب و الطاھر واربع بنات زینب، رقیۃ وام کلثوم وھی آمنۃ وفاطمۃ۔

"سیدہ خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد ہوئی: قاسمؓ، عبداللہؓ انہی دونوں کو طاہر اور طیب کہتے ہیں۔ اور چار صاحبزادیاں زینبؓ، رقیہؓ، اُم کلثوم جن کو آمنہ بھی کہتے ہیں اور فاطمہ سلام اللہ علیہن۔

(مرآۃ العقول ج ۱ ص ۳۵۲، حیات القلوب ج ۲ ص ۵۸۸، تہران)

ملّا باقر مجلسی نے اپنی مشہور کتاب "حیات القلوب" میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ خدیجہؓ سلام اللہ علیہا کے بطن سے چار صاحبزادیاں تھیں بلکہ سوائے سیدنا ابراہیمؑ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری اولاد سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے تھی۔ چنانچہ اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے کہ سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، اور سیدہ اُم کلثومؓ، سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے پہلے خاوند سے تھیں۔

ملّا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ:-

- "وجمعے از علمائے خاصہ وعامہ را اعتقاد آنست کہ رقیہؓ وام کلثومؓ دختران خدیجہؓ بودند از شوہر دیگر کہ پیش از شوہرے رسولِ خدا داشتہ حضرت ایشاں تربیت کردہ بود۔ ودختر حقیقی آنجناب نبودند۔ وبعضی گفتہ اند کہ دختران ہالہ خواہرِ خدیجہؓ بودہ اند، وبرنفی ایں دو قول روایات معتبرہ دلالت می کنند۔"

شیعہ اور سُنی علماء کی ایک جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ رقیہؓ وام کلثومؓ، سیدہ خدیجہؓ کی پہلے شوہر سے لڑکیاں تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی

بیٹیاں نہ تھیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سیدہ خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں۔ لیکن ان دونوں اقوال کی نفی پر معتبر روایات دلالت کرتی ہیں۔"

(حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۵۸۹۔ تہران)

اس عبارت میں مُلّا باقر مجلسی نے سیدنا عثمانؓ کے بارہ میں اپنے قلبی عناد اور بغض کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس میں ملّا صاحب نے اس بات کو تو تسلیم کر لیا ہے کہ صرف سیدہ رقیہؓ اور سیدہ اُم کلثومؓ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہونے میں اختلاف ہے۔ سیدہ زینبؓ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹی ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں جس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں۔

مُلّا صاحب نے سیدہ زینبؓ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہونے سے کوئی انکار اور اختلاف نقل نہیں کیا۔ اختلاف بتایا ہے تو صرف سیدہ اُم کلثومؓ اور سیدہ رقیہؓ کے بارہ میں کیونکہ ان سے سیدنا عثمانؓ کا دامادِ رسولؐ اور ذوالنورین ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جو کہ بعض لوگوں کے لیئے سوہانِ رُوح ہے۔

ایک اور مقام پر ملّا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ:۔

"ابن بابویہ بسندِ معتبر از آنحضرت روایت کردہ است کہ از برائے رسولِ خُدا متولّد شد از خدیجہ قاسم و طاہر و نام طاہر عبداللہ بود، و اُمّ کلثومؓ و رقیہؓ و زینبؓ و فاطمہؓ۔ و حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام فاطمہؓ را تزویج نمود۔ زینبؓ را ابوالعاص بن ربیعہ داد مردے بود از بنو امیہ و عثمان بن عفان ام کلثومؓ را تزویج نمود و پیش از آنکہ بخانہ اُو برود بہ رحمت الٰہی واصل شد۔ پس چوں بجنگِ بدر رفتند حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ را باو تزویج نمود۔"

ابن بابویہ نے معتبر سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے قاسمؓ اور طاہرؓ پیدا ہوئے۔ طاہرؓ کا اصلی نام عبداللہ تھا

اور ام کلثومؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ سیدنا علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ سے نکاح کیا۔ اور زینبؓ کی شادی سیدنا ابو العاصؓ بن ربیعہ سے ہوئی۔ اور وہ بنو اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور سیدنا عثمانؓ بن عفان کا نکاح سیدہ ام کلثومؓ سے ہوا۔ اور وہ پیشتر اس کے کہ سیدنا عثمانؓ کے گھر جائیں انتقال کر گئیں۔ (یہ تاریخی لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ مؤلف) پس جب جنگ بدر کے لیئے جا رہے تھے جناب رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہؓ کو ان کے نکاح میں دے دیا۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۵۸۸ ،تہران)

اُوپر والے اقتباسات میں مُلّا باقر مجلسی نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں، سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ اُم کلثومؓ اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہن اور یہ ساری سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ اس بارہ میں اختلاف قرآن، حدیث اور تاریخ سے جہالت اور ذہنی غباوت کا نتیجہ ہے۔

مشہور شیعہ مورخ عباس قمی نے بھی بنات رسولؐ کے بارہ میں وہی کچھ لکھا ہے جو مُلّا باقر مجلسی نے تحریر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

" در قرب الاسناد و از صادق علیہ السّلام روایت شدہ است کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہؓ متولّد شدند۔ طاہر و قاسم و فاطمہ و اُم کلثوم و رقیہ و زینب و تزویج نمود فاطمہ را بحضرت امیرالمومنین و زینب را بابی العاص ابن الربیع کہ از بنی اُمیہ بود، و اُم کلثومؓ را بعثمان بن عفان و پیش از آنکہ بخانہ عثمانؓ بردد برحمت الٰہی واصل شدہ، بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود۔"

قرب الاسناد میں سیدنا جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ خدیجہؓ سے طاہرؓ، قاسمؓ، فاطمہؓ، اُم کلثومؓ، رقیہؓ اور زینبؓ

ابوالعاصؓ بن الربیعؓ سے ہوئی جن کا تعلق بنی اُمیہ سے تھا۔ اور سیدہ امّ کلثومؓ کا نکاح سیدنا عثمانؓ بن عفان سے ہوا لیکن قبل اس کے کہ وہ سیدنا عثمانؓ کے گھر رخصت ہو کر جائیں، اس دارِ فانی سے انتقال فرما گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے سیدہ رقیہؓ کا ان سے نکاح کر دیا۔

(منتہی الآمال، عباس قمی ج ۱ ص ۱۲۵، تہران)

شیعہ مذہب کی مشہور ترین کتاب "الکافی" میں بھی کئی مقامات پر یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ابا بنات۔

"سیدنا جعفر صادقؒ (فقہ جعفریہ کے بانی) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی دو سے زائد بیٹیاں تھیں۔"

(فروع کافی ج ۶ ص ۵، باب فضل البنات، تہران)

اسی باب میں ایک اور روایت جارود بن المنذر سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا جعفر صادقؒ نے فرمایا:-

بلغنی انہ ولد لک ابنۃ وانک تسخطھا وما علیک منھا ریحانۃ تشمھا وقد کفیت رزقھا وقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ابا بنات۔

"مجھے پتہ چلا ہے کہ تیری ایک ہی لڑکی ہے اور تو اس سے غصے ہوتا ہے۔ اور تجھے اس سے کوئی انس و محبت نہیں۔ وہ اپنا رزق کھائے گی۔ حالانکہ اگر لڑکی ایسی ہی نکمی اولاد ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بیٹیوں والے نہ ہوتے۔"

(فروع کافی ج ۶ ص ۶، تہران)

اسی کتاب میں مہر کے ایک مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا جعفر صادقؓ اپنے والد محمد باقرؓ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

ما زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سائر بناتہ ولا تزوج شیئاً من نسائہ علی اکثر من اثنی عشرۃ اوقیۃ ونش والاوقیۃ اربعون درھماً والنش عشرون درھما۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام بیٹیوں اور بیویوں کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ نہ باندھا۔ ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا ہوتا ہے۔"

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۵۶ ، نول کشور)

اصول اربعہ کی ایک اور مشہور کتاب "الاستبصار اور تہذیب الاحکام" میں ایک فقہی مسئلہ کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مسئلہ کو یوں حل کیا گیا ہے کہ راوی حدیث یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ میں سیدنا جعفر صادقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شہر قم کے رہنے والے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں؟ سیدنا جعفر صادقؓ نے جواب دیا کہ:۔

عن زینب بنت النبی علیہ السلام توفیت وان فاطمۃ علیھا السلام خرجت فی نسائھا فصلت علی اختھا

سیدہ زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب انتقال ہوا تو سیدہ فاطمہؓ نے دوسری عورتوں کے ساتھ اپنی بہن کی نماز جنازہ پڑھی۔

(الاستبصار ج ۱ ص ۲۴۵ ، ۴۸۵ ، تہذیب الاحکام ج ۸ ص ۱۶۱ تہران)

میرے خیال میں شیعہ محدثین اور مؤرخین میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں ہونے کا انکار کیا ہو، یہ الگ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامادوں کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے داما دوں کے بارہ میں ایسے ایسے نازیبا الفاظ اپنی کتابوں میں نقل کیئے گئے ہیں جن کو پڑھ سن کر نہ صرف کلیجہ منہ کو آتا ہے بلکہ عرشِ الٰہی بھی کانپ اٹھتا ہے۔ اس بات کا ایک معمولی سا نمونہ نعمت اللہ الجزائری کی وہ عبارت ہے جو اس نے اپنی کتاب الانوار النعمانیہ میں نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ روایات کے اختلاف کی بناء پر علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہوا کہ سیدہ رقیہؓ اور سیدہ اُم کلثومؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے صاحبزادیاں تھیں، یا یہ سیدہ خدیجہؓ کے پہلے خاوندوں سے تھیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں صرف پرورش پائی کیونکہ سیدہ خدیجہؓ نے پہلے عتیق بن عائذ المخزومی سے نکاح کیا۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر ابو ہالہ اسدی سے شادی ہوئی۔ اس سے ہند بن ابی ہالہ پیدا ہوا۔ ان کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔

وھذا الاختلاف لا اثر لہ لان عثمان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان ممن اظھر الاسلام وابطن النفاق وھو صلی اللہ علیہ وسلم قد کان مکلفا بظواھر الاوامر کحالنا نحن ایضاً وکان یمیل الی مواصلۃ المنافقین رجاء الایمان الباطنی منھم مع انہ صلی اللہ علیہ وسلم لو اراد الایمان الواقعی لکان اقل قلیل فان اغلب الصحابۃ کانوعلی النفاق۔

لیکن اس اختلاف کا سیدنا عثمانؓ کے نکاح میں ان دونوں صاحبزادیوں کے یکے بعد دیگرے آنے کا کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ عثمان ان لوگوں میں سے تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بظاہر مسلمان اور باطن میں منافق تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے ظاہری احکام کے مکلف تھے جیسا کہ ہم ہیں۔ اور آپ منافقین کے دلی طور پر مومن ہو جانے کے خیال سے اُن

سے میل جول رکھتے تھے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی ایمان کا ارادہ فرماتے تو بہت تھوڑے لوگ خالص مومن نکلتے۔ کیونکہ صحابہؓ کی غالب اکثریت اس زمانے میں منافق تھی۔" (انوار النعمانیہ ج ۱ ص ۸۰، ایران)

مرآۃ العقول اہل تشیع کی ایک نہایت معتبر کتاب ہے۔ اس میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ چنانچہ سیدنا ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھا گیا ہے:۔

اوّل من ولد لرسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم بمکة قبل النبوة القاسم و یکنّٰی به ثم زینب ثم رقیة ثم فاطمة ثم امّ کلثوم ثم ولد له فی الاسلام عبد اللّٰه فسمّی الطیّب والطاهر وامّهم جمیعًا خدیجة بنت خویلد.

"اعلان نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے جن کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ پھر سیدہ زینبؓ پیدا ہوئیں۔ پھر رقیہؓ، پھر فاطمہؓ اور پھر ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ اعلان نبوت کے بعد عبداللہ جن کا طیب نام ہے مادر طاہر پیدا ہوئے۔ ان سب کی والدہ سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد ہیں۔" (مرآۃ العقول ج ۱ ص ۳۵۲)

قرطبی کے حوالہ سے اس بات پر اجماع بھی نقل کیا گیا ہے۔

قال القرطبی اجتمع اهل النقل علیٰ انّها ولدت له اربع بنات کلهنّ ادرکن الاسلام وهاجرن زینب ورقیّة وامّ کلثوم وفاطمة. (مرآۃ العقول ج ۱ ص ۳۵۲)

"قرطبی نے کہا کہ اہل نقل کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے چار صاحبزادیاں پیدا

ہوئیں۔ سب کی سب مسلمان تھیں اور سب نے ہجرت کی، وہ تھیں سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ امِ کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ۔"

مسعودی جو مسلکاً شیعہ ہے اور تاریخ پر اس کی کئی کتابیں ہیں، اس بارہ میں لکھتا ہے۔

وكان له من الولد عبد الله الاكبر وعبد الله الاصغر امهما رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

"سیدنا عثمانؓ کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک عبداللہ الاکبر اور دوسرے عبداللہ الاصغر، ان دونوں کی والدہ سیدہ رقیہؓ تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۳۳۱)

ابن شہرآشوب نے بھی اولادِ رسولؐ کے بارہ میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ چنانچہ لکھتا ہے:۔

واولاده له من خديجة القاسم وعبد الله وهما الطاهر والطيب واربع بنات زينب ورقية وام كلثوم وهي امنة وفاطمة۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدہ خدیجہؓ سے دو لڑکے قاسم اور عبداللہ تھے۔ جن کو طیب اور طاہر بھی کہتے ہیں۔ اور آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ امّ کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ۔

(مناقب آلِ ابی طالب ج ۱ ص ۱۶۱، ایران)

تحفۃ العوام شیعہ حضرات کی ایک دعاؤں کی کتاب ہے۔ اس میں ایک دعا یوں مرقوم ہے:۔

اللهم صل على القاسم والطاهر ابنى نبيك۔ اللهم

صلّ علیٰ رقیۃ بنت نبیّک والعن من اٰذی نبیّک فیھا۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ امّ کلثوم بنت نبیّک والعن من اٰذی نبیّک فیھا۔

"اے اللہ! قاسمؓ اور طاہرؓ پر رحمت بھیج جو تیرے نبیؐ کے صاحبزادے ہیں۔ اے اللہ: رحمت بھیج اپنے نبیؐ کی صاحبزادی رقیہؓ پر، اور لعنت بھیج اُس شخص پر جس نے اس کے بارہ میں تیرے نبیؐ کو اذیت دے۔ اور اے اللہ! رحمت بھیج اپنے نبیؐ کی صاحبزادی اُمّ کلثومؓ پر، اور لعنت فرما اس شخص پر جو تیرے نبیؐ کو اس کے بارہ میں اذیت دے۔"

(تحفۃ العوام حصہ اوّل ص ۱۱۳، نول کشور)

دُعا کے نتائج

اس دُعاء سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں:۔

۱۔ سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔

۲۔ یہ دونوں چونکہ یکے بعد دیگرے سیدنا عثمانؓ کے حبالۂ عقد میں آئی تھیں۔ لہٰذا سیدنا عثمانؓ بھی سیدنا علیؓ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے بلکہ ایک لحاظ سے اُن سے افضل تھے۔ کیونکہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ تھیں۔ اور سیدنا عثمانؓ کے حبالۂ عقد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہؓ اور سیدہ اُم کلثومؓ تھیں۔ اسی وجہ سے ان کی کنیت "ذوالنورین" (دو نوروں والا) تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی دو صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آنا، ایک بہت بڑی وجۂ فضیلت ہے جس کا اظہار سیدنا علیؓ نے بھی ایک موقع پر سیدنا عثمانؓ سے کیا تھا کہ:۔

وَمَا ابن ابی قحافۃ ولا ابن الخطاب اولیٰ بعمل الحق منك

وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وشیجۃ رحم منہما وقد نلت من صہرہ مالم ینالا۔

"اور ابن ابی قحافہ یعنی ابوبکرؓ اور ابن خطاب یعنی سیدنا عمرؓ حق پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ حق دار نہیں تھے۔ اور اے عثمانؓ! آپ نسبی قرابت میں ان دونوں حضرات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھے۔ اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا جو شرف حاصل ہے وہ ان دونوں حضرات کو حاصل نہ تھا۔"

(نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۰۳، البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۶۸)

۳۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص ان دو صاحبزادیوں کے بارہ اذیت دے گا، وہ اس دعا کی لعنت کا مورد ہو گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارہ اس سے اور بڑی تکلیف دینا کیا ہے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ وہ رسول کی بیٹیاں ہی نہ تھیں۔ اگر کوئی آپ کی اولاد کو کہہ دے کہ وہ آپ کی اولاد نہیں تو آپ کو کس قدر تکلیف ہو گی؟ چہ جائیکہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پیاری اور آنکھوں کی ٹھنڈک صاحبزادیوں کے بارے ایک شخص اپنے ناپاک اور گندے منہ سے یہ کہہ دے کہ وہ معاذ اللہ رسولؐ کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ کیا رسولؐ اس جملہ سے کبیدہ خاطر اور رنجیدہ دل نہ ہوں گے؟ اعاذنا اللہ من ھذہ الخرافات۔

متذکرہ بالا دلائل وبراہین سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بلکہ چار صاحبزادیاں تھیں جن کے نام سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ تھے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ سیدنا عثمانؓ دامادِ رسول تھے۔ اور ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے

آئیں ۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہ سیدنا علیؓ نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ، سیدنا عمرؓ کے نکاح میں دی ۔ یہ لکھا ۔

" اگر نبیؐ دختر بہ عثمانؓ داد ، ولی دختر بہ عمرؓ فرستاد ۔"

اگر نبیؐ نے بیٹی عثمانؓ کو دی (تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے ؟ جو) ولی (علیؓ) نے اپنی بیٹی عمرؓ کو دے دی ؟

(مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۲۰۴ ، تہران)

کیا منہ دکھائیں گے وہ لوگ قیامت کے روز اللہ کے رسولؐ کو جب وہ ان لوگوں سے قیامت کو کہے گا کہ تم نے کیوں میری بیٹیوں کے بارہ میں مجھے اذیت اور تکلیف دی اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یہ بات یاد نہ تھی ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۔ (الاحزاب :)

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ۔ اور اللہ نے ان کے لیے اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے ۔"

ایک تو اذیتِ رسولؐ یہ تھی جس کا ذکر گذشتہ سطور میں کیا گیا ہے کہ حضورؐ کی سگی بیٹیوں کے بارہ میں یہ کہہ دیا کہ وہ رسولؐ کی بیٹیاں نہیں تھیں ، اور اس سلسلہ میں دوسری اذیت یہ دی جاتی ہے کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ درست ہے کہ سیدہ رقیہ رضؓ اور سیدہ ام کلثومؓ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تھیں ، لیکن ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ رسولؐ نے یہ بیٹیاں ایک منافق اور فاسق (معاذ اللہ) کو بیاہ دی تھیں ۔ جیسا کہ نعمت اللہ الجزائری کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے (ملاحظہ ہو انوار النعمانیہ ج ۱ ص ۸۰)

میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور امت کے ذو النورین کے

بارہ اس قسم کے الفاظ سے نہ صرف رسولؐ کو اذیت پہنچی ہوگی بلکہ عرش الٰہی بھی کانپ گیا ہوگا۔ جب ہم اپنا داماد کسی منافق یا فاسق کو نہیں بنا سکتے تو طاہر و مطہر پیغمبر اپنی بیٹیوں کو نفاق و فسق کی گندگی میں کیسے دھکیل سکتا ہے۔ پھر خود ہی تو شیعہ حضرات کی کتابوں میں ہے کہ :-

قال علیہ السلام من زوج کریمۃ بفاسق نزل علیہ کل یوم الف لعنۃٍ ولا یصعد لہ عمل الی السماء ولا یستجاب لہ دعاءہ ولا یقبل منہ صرف ولا عدل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی پاک دامن بیٹی کا کسی فاسق کے ساتھ نکاح کرے، اس پر ہر روز ایک ہزار لعنت نازل ہوتی ہے اور اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف نہیں چڑھتا۔ اور نہ ہی اس کی کوئی دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے کوئی فدیہ یا معاوضہ قبول کیا جاتا ہے۔

(ارشاد القلوب ج ا ص ۱۷۴، بیروت)

غور فرمایئے کہ جو پیغمبر دوسروں کو اس بات سے منع کر رہا ہے کہ وہ کسی فاسق کو اپنی پاک دامن بیٹی نکاح میں دیں، وہ خود اس گھناؤنے جرم کا کیسے ارتکاب کر سکتا ہے؟ پیغمبر تو اپنی شریعت پر دوسروں سے بہت زیادہ عمل کرتا ہے بلکہ وہ اگر دوسروں سے اپنی شریعت پر ایک پاؤ بھر عمل کرنے کا مطالبہ کرتا ہے تو خود اس پر ایک سیر بھر عمل کر کے دکھاتا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی کی کتاب کا "باب عمل" ہی دوسروں کو متاثر کرتا اور اپنی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن اگر اس کا دامن عمل ہی شریعت سے خالی ہو تو وہ دوسروں کو اس کی دعوت کس طرح دے سکتا ہے؟

پیغمبر اسلامؐ نے اپنی مبارک تعلیمات سے نکاح کے بارہ میں ایک قاعدہ بنایا ہے پھر پوری زندگی انہوں نے خود بھی عمل کیا۔ اور اپنی امت سے بھی اس پر عمل کروایا۔

وہ قاعدہ یہ ہے کہ :-

من ترضون دینه وخلقه فزوجوه

"جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند آئے اس سے اپنی بچی کی شادی کرلو۔"

بھلا جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسروں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اپنی لڑکیوں کا نکاح اُن لوگوں سے کرو جن کے اخلاق اور جن کا دین اچھا ہو وہ خود اس تعلیم کے خلاف کیسے عمل کرسکتا ہے اور اپنی بچیوں کو کیسے فساق و منافقین کے حبالۂ عقد میں دے سکتا ہے؟

کبرت کلمة تخرج من افواههم -

خلاصہ اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ سیدنا عثمانؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دامادی رشتہ صحیح اور پکا ہے۔ اور اس میں میخ نکالنے والا، اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت دینے والا ہے جس کا انجام حق تعالیٰ کی لعنت اور عذاب مہین ہے۔

رشتہ سوم خانوادۂ عثمانی کا علوی خاندان سے دوسرا رشتہ یہ ہے کہ سیدنا عثمانؓ بن عفان کا پوتا عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ، سیدنا حسین بن علیؓ کا داماد تھا۔ سیدنا حسینؓ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ بنت حسینؓ اُن کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ گویا دادا دامادِ رسولؐ اور پوتا دامادِ حسینؓ۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی مشہور فقہی کتاب شرائع الاسلام کی شرح میں مرقوم ہے :-

تزوج عبدالله بن عمرو بن عثمانؓ فاطمة بنت الحسينؓ

...... وكلهم من غير بني هاشم -

عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ کی شادی سیدنا حسینؓ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ سے ہوئی...... اور یہ سارے رشتے بنو ہاشم کے غیر بنی ہاشم میں ہوئے۔

(مسالک الافہام شرح شرائع الاحکام ج ۱ ص)

(یہ عبارت پہلے بھی نقل کی جاچکی ہے، وہاں بھی ملاحظہ فرمائیں)

علامہ ابوالفرج اصفہانی شیعی نے اس رشتہ کے بارہ میں لکھا ہے ۔

واُمّہ فاطمۃ بنت الحسینؓ کان عبداللّٰہ بن عمرو تزوّجھا بعد وفات الحسنؓ بن الحسنؓ بن علیؓ ابن ابی طالب ۔

(محمد) کی والدہ سیّدہ فاطمہ بنت حسینؓ تھی ، جس سے عبداللہ بن عمروؓ نے حسن بن حسنؓ بن علیؓ ابن ابی طالب کی وفات کے بعد شادی کی تھی ۔

(مقاتل الطالبین ص ۲۰۲ ، تذکرہ محمد بن عبداللہ بن عمروؓ ، بیروت)

علامہ ابن سعد نے بھی طبقات میں اس رشتہ کا ذکر کیا ہے کہ :-

تزوّجھا ابن عمّھا حسنؓ بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب فولدت لہ عبداللّٰہ (المحض) وابراھیم وحسنًا و زینب ثم مات عنھا فخلف علیھا عبداللّٰہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان زوّجھا ایّاہ ابنھا عبداللّٰہ بن حسن بامرھا فولدت لہ القاسم و محمّد وھو الدیباج مسمّی بذالک بجمالہ ورقیّۃ بنی عبداللّٰہ بن عمرو ۔

" فاطمہ بنت حسینؓ کے ساتھ ان کے چچازاد بھائی حسن بن حسنؓ نے شادی کی اور اس سے عبداللہ المحض ، ابراہیم ، حسن اور زینب پیدا ہوئے ۔ پھر حسن فوت ہو گئے ۔ پھر سیّدہ فاطمہ کی شادی عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان سے ہوئی سیدہ فاطمہؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کے ذریعے نکاح کی اجازت دی ۔ عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ سے ان کی ایک لڑکی رقیہ اور دو لڑکے قاسم اور محمد الدیباج پیدا ہوئے ۔ محمد کو اس کی خوبصورتی کی وجہ سے الدیباج کہا جاتا تھا ۔"

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص تذکرہ فاطمہ بنتِ حسینؓ ، کتاب المحبّر ص لاہور ، المعارف لابن قتیبہ ص کراچی)

ناسخ التواریخ میں مرقوم ہے :۔

وبعد از حسن مثنیٰؒ فاطمہ (بنت حسینؓ) بحبالۂ نکاح عبداللہؒ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان درآمد ۔

"سیدہ فاطمہ بنت حسینؓ، حسن مثنیٰؒ کی وفات کے بعد عبداللہؒ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان کے نکاح میں آئیں ۔"

(ناسخ التواریخ ج ۶، کتاب دوم ص ۵۳۴)

ابن ابی الحدید، مسعودی اور دوسرے علمائے انساب نے بھی اس رشتہ کی تصدیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغۃ ج ۳ ص ۶۷۵، التنبیہ والاشراف ص ۲۵۵۔

رشتہ چہارم خانوادۂ عثمانی اور خانوادۂ علوی میں تیسرا رشتہ جس کو تاریخ کے سپورٹر بیان کرتے ہیں، یہ ہے کہ

سیدنا حسینؓ کی صاحبزادی اور سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی پوتی کا نکاح سیدنا عثمانؓ بن عفان کے پوتے زید بن عمرو بن عثمانؓ سے ہوا: سیدنا حسینؓ کی صاحبزادی کا نام سکینہ بنت الحسین بن علیؓ تھا۔ سیدہ سکینہ کا نکاح پہلے سیدنا صدیق اکبرؓ کے نواسے سیدنا مصعب بن زبیرؓ سے ہوا۔ ان کی شہادت کے بعد سیدہ سکینہؒ عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ کے نکاح میں آئیں۔ اس کے بعد ان کی تیسری شادی زید بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان سے ہوئی۔

چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے :۔

سکینۃ بنت الحسین بن علیؓ ابن ابی طالب...... وامھا الرباب بنت امرئ القیس بن عدی..... تزوجھا مصعب بن الزبیر بن العوام ابتکرھا فولدت لہ فاطمۃ ثم قتل عنھا وخلف علیھا عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ..... فولدت لہ عثمان الذی یقال لہ قرین وحکیما و ربیحۃ فھلک

عنها فخلف عنها زيد بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان .....

"سیدہ سکینہ بنت حسین بن علیؓ بن ابی طالب جن کی والدہ کا نام رباب بنت امرئ القیس تھا۔ ان کی شادی مصعب بن زبیرؓ بن عوام سے ہوئی۔ ان سے ان کے ہاں ایک لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی۔ پھر وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد سیدہ سکینہ بنت الحسینؓ، عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ ان سے عثمانؒ جن کو قرین کہا جاتا تھا، اور حکیمؒ اور ربیحہ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ان کی تیسری شادی زید بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان سے ہوئی۔"

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷۵، تذکرہ سکینہ بنت الحسینؓ)

ابو عبداللہ مصعب بن عبداللہ زبیری نے بھی اس رشتہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:-

وزيد بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان هذا هو الذى كانت عنده سكينة بنت الحسينؓ فهلك عنها فورثته .

زید بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان یہ وہی ہیں جن کے حبالۂ عقد میں سیدہ سکینہؓ بنت الحسینؓ تھیں۔ سیدنا زید کا انتقال ہوا، اور وہ ان کی وارث ہوئیں۔

(کتاب نسب قریش ج ۴ ص ۱۰۲، کتاب المعارف ص ۱۸۷)

اس رشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حسینؓ کے سیدنا عثمانؓ کے خاندان سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ تبھی تو انہوں نے اپنی بیٹی سیدہ سکینہؓ جن کے ساتھ سیدنا حسینؓ کو بہت پیار تھا، کا نکاح سیدنا عثمانؓ کے پوتے سیدنا زید بن عمروؓ کے ساتھ کیا۔ پھر سیدنا حسینؓ نے اپنی صرف ایک بیٹی سیدہ سکینہؓ ہی کا نکاح سیدنا عثمانؓ کے پوتے سے نہیں کیا بلکہ دوسری بیٹی فاطمہ بھی سیدنا عثمانؓ کے پوتے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ کے حبالۂ عقد میں دی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(جمہرۃ انساب العرب ج ۱ ص ۸۶)

رشتۂ پنجم چوتھا رشتہ ان دونوں خاندانوں میں یہ ہے کہ سیدنا حسن بن علیؓ کی پوتی سیدہ اُم القاسم کی شادی سیدنا عثمانؓ کے پوتے مروان بن ابان بن عثمانؓ بن عثمان سے ہوئی۔ گویا کہ نہ صرف سیدنا حسینؓ کی بلکہ سیدنا حسنؓ کی بھی سیدنا عثمانؓ کے خاندان سے رشتہ داری تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

وکانت ام القاسم بنت الحسن بن الحسن عند مروان بن ابان بن عثمان بن عفان فولدت له محمد بن مروان ثم خلف علیها حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن العباسؓ بن عبد المطلب فتوفیت عندہ ولیس لها منه ولد

"ام القاسم بنت الحسن بن الحسن بن علیؓ، مروان بن ابان بن عثمانؓ بن عفان کے حبالہ عقد میں تھیں اور ان سے ایک بچہ محمد بن مروان پیدا ہوا۔ پھر ام القاسم کا نکاح حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب سے ہوا، وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اور ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

(نسب قریش ج ۲ ص ۵۳، کتاب المحبّر ص ۴۳۸، جمھرۃ انساب العرب ج ۱ ص ۵

رشتۂ ششم خانوادۂ عثمانی سے خاندان علوی کا ایک رشتہ یہ بھی تھا کہ سیدنا جعفر طیارؓ کی پوتی سے سیدنا عثمانؓ کے صاحبزادے سیدنا ابان کی شادی ہوئی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ خاندانِ بنو ہاشم سے سیدنا عثمانؓ کے نہایت اچھے تعلقات تھے۔

چنانچہ ابن قتیبہ الدینوری نے لکھا ہے:۔

وکانت عندہ ام کلثوم بنت عبد اللہ بن جعفر...

سیدنا ابان بن عثمانؓ کے حبالۂ عقد میں سیدہ اُم کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر طیارؓ تھیں۔ (المعارف لابن قتیبہ ص ۸۶)

سیدہ اُم کلثومؓ پہلے کس کے نکاح میں تھیں؟ ابن قتیبہ ہی نے لکھا ہے:۔

فامّا اُمّ کلثوم فکانت عند القاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب .....ثم تزوجها ابان بن عثمانؓ بن عفان.....

سیّدہ اُم کلثومؓ پہلے قاسم بن محمد بن جعفرؓ بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں پھر ان سے ابان بن عثمانؓ بن عفان نے شادی کی۔ (المعارف ص ۹۰)

رشتۂ ہفتم سیدنا عثمانؓ کی ایک صاحبزادی سیّدہ عائشہؓ تھیں۔ اس سیّدہ عائشہؓ سے پہلے سیّدنا حسنؓ کا نکاح ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد پھر سیّدنا حسینؓ نے سیّدہ عائشہؓ سے شادی کی۔ چنانچہ لکھا ہے۔

ثم انہ کان الحسین تزوج لعائشۃ بنت عثمانؓ۔

پھر سیّدنا حسنؓ کے بعد سیدنا حسینؓ نے عائشہ بنت عثمانؓ سے شادی کی۔

(مناقب آل ابی طالب ج ۴ ص ۳۹، ۴۰، قم ایران)

رشتۂ ہشتم سیدنا حسینؓ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہؓ کا نکاح سیّدنا حسن مثنیٰؒ سے ہوا۔ ان کے بعد اِن ہی سیّدہ فاطمہؓ کا نکاح بنی اُمیہ میں عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان سے ہوا۔ جن سے سیّدنا حسینؓ کے دو عثمانی نواسے محمد الاصغر اور قاسم اور ایک نواسی رقیہ پیدا ہوئے۔

(جمہرۃ انساب ص ۷۶، کتاب نسب قریش ص ۹۵)

رشتۂ نہم ایک رشتہ ان دونوں خاندانوں میں یہ ہے کہ سیّدنا عثمانؓ کی ایک پڑپوتی سیّدہ عائشہ بنت عمر بن عاصم بن عثمانؓ کی شادی سیّدنا حسینؓ کے پڑپوتے اسحاق بن عبداللہ الارقط بن علی بن حسینؓ سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکا یحییٰ بن اسحاق پیدا ہوا۔ (جمہرۃ انساب العرب ص ۷۴، کتاب نسب قریش ص ۶۵)

ان رشتوں سے ان دونوں خاندانوں کے بہتر اور اچھے تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس بات کی بھی غمازی ہوتی ہے کہ ان دونوں خاندانوں میں کوئی خصومت نہ تھی۔ اور یہ دونوں

آپس میں متحد و متفق تھے۔ اور ان کی خصومت کی داستانیں بالکل فرضی اور من گھڑت ہیں۔ اگر ان دونوں خاندانوں کی کوئی دشمنی یا رنجش یا خصومت ہوتی تو سیدنا علیؓ حسنین کریمینؓ کو سیدنا عثمانؓ کے گھر کے محاصرہ کے دوران ان کی حفاظت پر متعین کیوں فرماتے؟

(ملاحظہ ہو، البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۸۱ مصر، جلد ۸ ص ۳۶، ۳۷۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۵۱، عراق)

اور ان حضرات سے اپنے بزرگوں اور تعلق داروں کے جنازے کیوں پڑھواتے؟ چنانچہ خاندان بنو ہاشم کے بزرگ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علیؓ کے چچا محترم سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب کا جب انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ سیدنا عثمانؓ نے پڑھائی۔

(ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۸۶، تذکرہ محمد بن الحنفیہ۔ الاصابہ ج ۲ ص ۲۸۱، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۵)

یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر تھا۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ خاندان بنو ہاشم کے سیدنا ابو بکرؓ، سیدنا عمرؓ، اور سیدنا عثمانؓ کے خانوادوں کے ساتھ انتہائی قریبی تعلقات تھے۔ ابھی اوپر بتایا گیا ہے کہ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ دونوں سیدنا عثمانؓ کے داماد تھے۔ اور گذشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا حسینؓ بن علیؓ، سیدنا ابو بکرؓ کے صاحبزادے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے داماد تھے۔ اور سیدنا عبدالرحمٰنؓ کی صاحبزادی حفصہ بنت عبدالرحمٰنؓ، سیدنا حسینؓ کے نکاح میں تھیں۔ (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶۸، تذکرہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ)

یہی حفصہ بنت عبدالرحمٰن، سیدنا حسن بن علیؓ کے نکاح میں بھی رہیں۔ گویا سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ دونوں سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے داماد تھے۔ خانوادۂ ابو بکرؓ اور خانوادۂ عثمانؓ کے خانوادۂ بنو ہاشم سے رشتہ داری کے جو تعلقات اور وہ بھی قریبی تعلقات قائم تھے، ان کو دیکھ کر ایک غیر جانبدار شخص بھی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ ان میں کوئی خصومت و دشمنی نہ تھی بلکہ محبت و مودت کے بے پایاں مراسم اور تعلقات قائم تھے۔ یہ سارے تعلقات اگر بالفرض ان میں نہ بھی

ہوتے پھر بھی یہ کم تھا کہ خلفاء اربعہ میں سے پہلے دو حضرات جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر تھے یعنی سیدنا ابوبکر صدیق ؓ اور سیدنا عمر الفاروق ؓ اور دوسرے دو حضرات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے یعنی سیدنا عثمان ؓ بن عفان اور سیدنا علی ؓ بن ابی طالب۔ سیدنا عثمان ؓ کے دامادی کے اس رشتہ کے بارہ میں ہی سیدنا علی ؓ نے ایک مرتبہ ان کو مخاطب کرکے فرمایا تھا:۔

"وتلت من صهره مالم ينالا۔
اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا وہ شرف حاصل ہے جو ان دونوں (سیدنا ابوبکر ؓ، اور سیدنا عمر ؓ) کو حاصل نہیں ہوا۔"

(نہج البلاغۃ ج ۱ ص ۳۰۳ ، البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۶۸)

اسی قلبی محبت ومودت ہی کا نتیجہ تھا کہ سیدنا علی ؓ، سیدنا حسین ؓ، سیدنا حسن ؓ اور اہلبیتِ نبوت کے دوسرے حضرات نے اپنی اولاد کے نام بھی انہی حضرات کے ناموں پر رکھے ہوئے تھے۔ تاکہ ان سے قلبی محبت کی ہر وقت یاد دہانی اور دوسروں کے سامنے اس کا اظہار ہو سکے جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

(ملاحظہ ہو التنبیہ والاشراف ص ۲۸۵ ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۳ تحت ذکرِ اولادِ علی ؓ دخلافت علی ؓ بن ابی طالب وغیرہم)

خاندانِ سیّدنا معاویہؓ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں

سیّدنا ابوبکرؓ، سیّدنا عمرؓ اور سیّدنا عثمانؓ کے ساتھ خاندانِ بنو ہاشم کی چند رشتہ داریاں کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ تینوں حضرات اپنی اس ترتیب کے ساتھ اُمت میں افضل مانے اور جانے جاتے ہیں۔ لیکن سیّدنا معاویہؓ کے بارہ میں شیعہ حضرات کے خیالات وجذبات بعض خاص وجوہ کی بناء پر اچھے نہیں۔ چنانچہ اپنی کتابوں میں جہاں کہیں بھی سیّدنا معاویہؓ یا اُن کے خاندان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تو ایسے نازیبا الفاظ ان کے بارے میں لکھے گئے ہیں۔ جن کو نقل کرتے ہوئے قلم کا سینہ شق اور عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے۔ لیکن تاریخ کے اوراق کی اگر ورق گردانی کی جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ اور ان کے خاندان کے ساتھ بھی خاندانِ بنو ہاشم کی بڑی قریبی رشتہ داریاں تھیں۔ اور خاندانِ بنو ہاشم نے ان کو کبھی بھی اپنا دشمن نہیں سمجھا تھا۔ وگرنہ وہ ان سے کبھی بھی یہ رشتہ داریاں نہ کرتے۔ پھر ان میں سے اکثر رشتہ داریاں سیّدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد ہوئیں۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تاریخ میں بنو اُمیہ کی خلافت کے اختتام تک کبھی ایسا موقع نہیں آیا، جب ان دو خاندانوں میں کبھی عداوت اور دشمنی ہوئی ہو۔ بلکہ یہ دونوں خاندان آپس میں بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ اب ان کی آپس میں رشتہ داری کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

رشتہ اوّل اُم المؤمنین سیدہ اُم حبیبہ سلام اللہ علیہا سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ اس رشتہ کے لحاظ سے سیدنا ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور سیّدنا معاویہؓ آپ کے حقیقی برادرِ نسبتی (سالا) لگتے تھے۔ سیّدنا معاویہؓ کے رشتہ کو سُنی اور شیعہ دونوں مؤرخین نے اپنی ہر کتاب میں بیان کیا ہے۔ سیّدہ اُم حبیبہ کا اصل نام رملہ تھا اور ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح سے قبل آپ کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ اور ان سے ایک لڑکی حبیبہ

نامی پیدا ہوئی جس پر ان کی کنیت "اُم حبیبہؓ" تھی۔ (کتاب المحبر ص ۸۸)

مشہور شیعہ مورخ اور نساب ابن شہر آشوب نے لکھا ہے:۔

واُم حبیبة بنت ابی سفیان واسمها رملة وکانت عند عبد اللہ بن جحش فی سنة ست وبقیت الی امارة معاویة ۔

اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ کا نام رملہ تھا۔ وہ ۶ھ تک عبداللہ بن جحش کے حبالۂ عقد میں رہیں۔ اور سیدنا معاویہؓ کے دور تک زندہ رہیں۔

(المناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۱۶۰، قم ایران)

علامہ محمد ہاشم خراسانی نے اپنی مشہور تاریخ میں ان کا تذکرہ اِن الفاظ میں کیا ہے:۔

السابعة رملة المکتاة بام حبیبة بنت ابی سفیان وخواہر معاویہ است۔ وبعضے اسم اورا ہند گفتہ اند۔ واوّل زوجۂ عبداللہ بن رباب بود و در سال ہفتم از ہجرت آں حضرت اُورا تزویج فرمود۔ و در سالِ چہل و چہارم ہجری در مدینہ از دُنیا رحلت فرمود۔

"آپؐ کی ساتویں زوجۂ محترمہ سیدہ رملہ تھیں۔ جن کی کنیت اُم حبیبہؓ بنت ابی سفیان" تھی۔ یہ سیدنا معاویہؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام "ہند" تھا۔ پہلے یہ عبداللہ بن جحش کی اہلیہ تھیں۔ لیکن ۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی فرمائی۔ اور ۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔"

(منتخب التواریخ ص ۲۲، ایران)

اہل سنت والجماعت کی سب کتابوں میں سیدہ اُم حبیبہؓ کا زوجۂ رسولؐ اور بنتِ ابی سفیانؓ کی نسبت سے تذکرہ موجود ہے۔ ابن سعد نے رملہ نام سے ذکر کیا ہے۔ اور اُم حبیبہؓ کنیت کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ عبداللہ بن جحش سے نکاح کے نتیجے میں ان کے ہاں ایک بچی حبیبہ نامی پیدا ہوئی۔ جو داؤد بن عروہ بن مسعود ثقفی کے حبالۂ عقد میں آئیں۔

(فکنیت بھا) اسی حلیبہ نامی بچی کے نام پر انہوں نے اپنی کنیت "ام حلیبہ" رکھی۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۹۶، بیروت)

مزید تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو نسب قریش ص ۱۲۳۔

رشتۂ دوم سیدنا معاویہؓ کا خاندان بنو ہاشم سے دوسرا رشتہ یہ تھا کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے یعنی ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ زوجۂ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بہن قریبۃ الصغریٰ سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے نکاح میں تھی لیکن ان سے ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

وسالفہ من قبل ام سلمۃ رحمہا اللہ معاویۃ بن ابی سفیان بن حرب بن امیۃ کانت عندہ قریبۃ الصغریٰ بنت ابی امیۃ بن المغیرہ اخت ام سلمۃ لابیہا، لم تلدلہ

سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ بن حرب بن امیہ کے حبالۂ عقد میں سیدہ ام سلمہؓ کے باپ کی طرف سے ان کی ہمشیرہ قریبۃ الصغریٰ تھیں جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(کتاب المحبّر ص ۱۰۲، لاہور)

رشتۂ سوم سیدنا معاویہؓ کا خاندان بنو ہاشم سے ایک اور رشتہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائیوں کی اولاد میں سے حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے حبالۂ عقد میں سیدنا معاویہؓ کی ہمشیرہ ہند بنت ابی سفیانؓ بن حرب تھیں۔ اس نکاح سے اولاد بھی ہوئی جن میں سے ایک لڑکے کا نام محمد تھا۔

چنانچہ لکھا ہے:۔

ھند بنت ابی سفیان بن حرب بن امیۃ الامویۃ اخت معاویۃ کانت زوج الحارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ھاشم فولدت لہ ابنہ محمداً۔

ہند بنت ابی سفیانؓ، سیدنا معاویہؓ کی ہمشیرہ، حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں۔ اور ان سے ایک لڑکا محمد پیدا ہوا۔"

(الاصابہ ج ۲ ص ۵۸، تحت عبداللہ بن حارث، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۸۱ حیدر آباد۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۴ بیروت)

ابن ابی الحدید نے بھی نہج البلاغۃ کی شرح میں اس رشتہ کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے:

وارسل عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب وامہ ھند بنت ابی سفیان بن حرب الی معاویۃ

اور سیدنا حسنؓ نے عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب جن کی والدہ کا نام ہند بنت ابی سفیان بن حرب تھا، کو سیدنا معاویہؓ کی طرف بھیجا۔

معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا معاویہؓ کے یہ بھانجے سیدنا حسن بن علیؓ کے خاص معتمد علیہ تھے۔ اسی وجہ سے سیدنا حسنؓ نے شرائط صلح طے کرنے کے لیے اُن کو سیدنا معاویہ ابن سفیانؓ کے پاس بھیجا۔

رشتہ چہارم

اس سلسلہ میں ایک اور خاص رشتہ خاندان معاویہؓ کا خانوادۂ بنی ہاشم سے یہ تھا کہ سیدنا معاویہؓ کی حقیقی بھانجی سیدہ لیلیٰ سیدنا حسین بن علیؓ کی زوجۂ محترمہ تھیں اور سیدنا حسینؓ کے بڑے صاحبزادے علی اکبرؓ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سیدنا معاویہؓ کی ایک ہمشیرہ سیدہ میمونہ بنت ابی سفیانؓ تھیں۔ ان میمونہ بنت ابی سفیانؓ کی شادی عروہ بن مسعود ثقفی کے صاحبزادے مرّہ سے ہوئی۔ اس شادی کے نتیجہ میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام لیلیٰ تھا۔ اس لیلیٰ کا نکاح سیدنا حسینؓ بن علیؓ سے ہوا۔ اور سیدہ لیلیٰ بنت مرّہؓ سے سیدنا حسینؓ کا ایک صاحبزادہ علی اکبرؓ پیدا ہوا، وہ میدانِ کربلا میں شہید ہو گیا۔ اس لحاظ سے سیدنا معاویہؓ کی سگی بھانجی اور یزید بن معاویہؓ کی سگی

پھوپھی زاد بہن شہید کربلا سیدنا علی اکبرؓ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ اس رشتہ کو بھی اہل سنت و شیعہ مورخین دونوں نے تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ شیعہ مورخ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے۔

"و دیگر از زوجات آنحضرت لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفیہ است کہ مادرش میمونہ بنت ابی سفیان بود۔ واو والدہ ماجدہ جناب علی اکبر است"

سیدنا حسینؓ کی دیگر زوجات میں ایک لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھیں۔ ان کی والدہ ماجدہ میمونہ بنت ابی سفیانؓ تھیں۔ اور وہ لیلی سیدنا علی اکبرؓ بن حسینؓ کی والدہ محترمہ تھیں۔

(منتہی الآمال ج ۱ ص ۵۴۱، تہران)

علامہ ابی الفرج اصفہانی الشیعی نے بھی اس رشتہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"علی بن الحسین وھو علی الاکبر ولاعقب لہ: یکنی ابا الحسن و امہ لیلی بنت مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی و امھا میمونۃ بنت ابی سفیان بن حرب۔"

اور علی بن حسینؓ جو علی اکبر کے نام سے مشہور تھے، ان کی کوئی اولاد نہ تھی اور کنیت ابوالحسنؓ تھی۔ ان کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنت مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھی۔ اور لیلی کی والدہ (علی اکبرؓ کی نانی) میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب تھیں۔

(مقاتل الطالبین ج ۱ ص ۵۴، بیروت)

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اسی عروہ بن مسعود ثقفیؓ کی بیٹی ام سعید سیدنا علیؓ بن ابی طالب کی زوجہ محترمہ تھیں جس عروہ بن مسعودؓ کی پوتی سیدنا حسینؓ بن علیؓ کی زوجہ تھیں۔

(ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ص ۱۲۳، تہران)

اہل سنت کے علمائے انساب نے بھی اس رشتہ کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے۔

ولد الحسین بن علی بن ابی طالب علیاً اکبر قتل بالطف مع ابیہ۔ وامہ لیلیٰ بنت ابی مرّۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی ... امہا میمونۃ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیۃ۔

(کتاب نسب قریش ص ۵۷)

سیدنا حسین بن علیؓ بن ابی طالب کے صاحبزادے علی اکبرؓ جو اپنے باپ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرّۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔ اور ان لیلیٰ کی والدہ میمونہ بنت ابی سفیانؓ بن حرب بن امیہ تھیں۔

مزید تفصیل کے لیے تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۲۵۵۔

رشتہ پنجم خاندان معاویہؓ اور خاندان بنو ہاشم کی ایک اہم رشتہ داری جس سے بہت کم لوگ واقف ہیں یہ تھی کہ سیدنا علیؓ کے بھتیجے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی بیٹی ام محمد سیدنا معاویہؓ کے بیٹے یزید کے نکاح میں تھی[1] (ملاحظہ ہو جمہرۃ الانساب ابن حزم ص ۶۲)

یہ عبداللہ بن جعفر طیارؓ سیدنا حسینؓ کے حقیقی بہنوئی بھی تھے کیونکہ آپ کی بڑی ہمشیرہ سیدہ زینب بنت علیؓ جو کہ سیدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھیں۔ ان کے حبالۂ عقد میں تھیں۔

اس لحاظ سے سیدنا حسینؓ، یزید بن معاویہؓ کی اہلیہ ام محمد کے ماموں ہوتے تھے تیسرا رشتہ وہ تھا جس کا گذشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے کہ یزید بن معاویہؓ کی سگی پھوپھی زاد بہن لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی سیدنا حسینؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اور سیدنا حسینؓ کا صاحبزادہ علی اکبرؓ اسی کے بطن سے تھا۔ اس نسبت سے یزید بن معاویہؓ سیدنا علی اکبرؓ کے ماموں لگتے تھے۔

---

[1] حاشیہ:۔ یزید بن معاویہؓ جہاں سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے داماد تھے، وہاں سیدنا عمر بن الخطابؓ کے بیٹے عاصم بن عمرؓ کے بھی داماد تھے۔ اور سیدنا عاصم کی بیٹی ام مسکین آپ

(باقی اگلے صفحہ پر)

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے اس دامادی کے رشتہ کی وجہ سے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ ان پر بڑی داد و دہش کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو دس لاکھ سالانہ دیتے تھے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ نے بیس لاکھ سالانہ دینا شروع کر دیا۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یہ ساری رقم اہلِ مدینہ میں تقسیم کر دیتے تھے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الانساب والاشراف جزء رابع قسم ثانی ص ۳۔ یروشلم۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۳۲)

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا داماد ہونے کی حیثیت سے یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہ کا بھی داماد تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یزید بن معاویہ رحمہ اللہ نے دمشق میں اہلِ بیتِ نبوت کی بہت خدمت کی۔

(ملاحظہ ہو جلاء العیون، ملا باقر مجلسی ص ۶۲۲)

بقیہ حاشیہ:۔ کے نکاح میں تھیں۔ یہ اُم المسکین بڑی عابدہ، زاہدہ اور پاکباز خاتون تھیں۔ اور یہ عمر ثانی سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ راشد کی سگی خالہ تھیں۔

چنانچہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے:۔

أم المسكين بنت عاصم بن عمر خالة عمر بن عبد العزيز وزوجة ليزيد بن معاوية۔

"اُم مسکین بنت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ، عمر بن عبدالعزیز کی خالہ تھیں اور یزید بن معاویہ رحمہ اللہ کی اہلیہ۔" (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۶۱۳، بیروت)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ابن قتیبہ کی کتاب المعارف ص ۸۰، اور بلاذری کی کتاب الانساب والاشراف و دیگر کتب انساب و تواریخ وغیرھم۔

جس طرح یزید بن معاویہ رحمہ اللہ نے اُموی ہوتے ہوئے بنو ہاشم میں شادی کی تھی اسی طرح سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہاشمی ہوتے ہوئے اموی خاندان میں شادی کی۔ اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی تھی۔ (کتاب المحبر ص ۴۴۸)

رشتہ ہشتم | رشتہ داری کے اس سلسلہ میں ان دونوں خاندانوں میں ایک رشتہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علیؓ کے چچا سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب کی پوتی سیدہ لبابہ بنت عبیداللہ بن عباسؓ کی شادی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان بن حرب سے ہوئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

وتزوجت لبابة بنت عبيد الله بن عباس بن عبد المطلب العباس بن على بن ابى طالب ثم خلف عليها الوليد بن عتبة بن ابى سفيان۔

"اور لبابہ بنت عبیداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب کی شادی سیدنا عباس بن علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ ہوئی پھر لبابہ کی شادی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوئی" (کتاب المحبر ص ۴۴۱، نسب قریش ص ۱۳۳)

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۴۲ پر حواشی میں اس رشتہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔

رشتہ ہفتم | بنو ہاشم میں سے سیدنا جعفر طیارؓ کی پوتی یعنی محمد بن جعفر طیارؓ کی صاحبزادی سیدہ رملہ کی شادی بنو امیہ میں ہوئی۔ پہلے ان کی شادی سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان سے ہوئی۔ اور بعد میں سیدنا معاویہؓ کے بھتیجے کے بیٹے سے ان کی شادی ہوئی۔ چنانچہ علامہ ابو جعفر البغدادی نے لکھا ہے:۔

وتزوجت رملة بنت محمد بن جعفر بن ابى طالب سليمان بن هشام بن عبد الملك ثم ابا القاسم بن وليد بن عتبة بن ابى سفيان۔ (کتاب المحبر ص ۴۴۹ - لاہور)

"سیدہ رملہ بنت محمد بن جعفرؓ بن ابی طالب کی شادی سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان سے ہوئی۔ اس کے بعد ان کی شادی ابو القاسم بن ولید بن عتبہ بن ابی سفیان سے ہوئی۔"

رشتہ ہشتم ایک رشتہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ سیدنا حسینؓ کے بھائی سیدنا عباسؓ بن علیؓ بن ابی طالب جن کو عباسؓ علمدار بھی کہتے ہیں کی پوتی سیدہ نفیسہ بنت عبیداللہ بن عباس بن علیؓ بن ابی طالب کی شادی امیر یزید کے پوتے عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہؓ سے ہوئی۔ اور اس سے دو صاحبزادے علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید اور عباس بن عبداللہ بن خالد بن یزید پیدا ہوئے۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ۱۰۳، کتاب نسب قریش ص ۷۹)

رشتہ نہم سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی صاحبزادی اُمّ کلثومؓ جو سیدنا حسینؓ کی حقیقی بھانجی اور سیدہ زینب بنت فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے تھیں۔ ان کی شادی قاسم بن محمد بن جعفر طیارؓ سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نکاح سید عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے سیدنا حمزہؓ سے ہوا۔ سیدنا حمزہؓ کے انتقال کے بعد ان کا نکاح طلحہ بن عمر بن عبیداللہ تیمی سے ہوا۔ ان سیدہ اُمّ کلثومؓ کا نکاح قاسم بن محمد بن جعفر طیارؓ کے انتقال کے بعد اموی گورنر بصرہ حجاج بن یوسف ثقفی سے ہوا۔ لیکن ایک بیٹی پیدا ہونے کے بعد دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ ان اُمّ کلثومؓ کا تیسرا نکاح سیدنا عثمانؓ بن عفان کے صاحبزادے سیدنا ابان بن عثمانؓ سے ہوا۔ سیدنا ابان بن عثمانؓ کے انتقال کے بعد اُمّ کلثومؓ سیدنا علیؓ بن عبداللہ بن عباسؓ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ۶۱، کتاب نسب قریش ص ۸۳، المعارف ص۔

خاندان سیّدنا مروانؓ سے بنو ہاشم کی رشتہ داریاں

سیّدنا مروان ابن الحکمؓ بھی خاندان بنو اُمیّہ سے تعلّق رکھتے تھے۔ آپ سیدنا عثمانؓ بن عفان کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ سیّدنا عثمانؓ نے اپنی صاحبزادی سیّدہ اُم ابان الکبریٰؓ ان کے حبالۂ عقد میں دی ہوئی تھی۔ (نسب قریش ص ۱۱۲)

آپ بہترین کردار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ نہایت ثقہ اور علمی لحاظ سے نہایت بلند تھے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ نے ان سے حدیث روایت کی۔ علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کو فقہاء میں شمار کیا ہے۔

(منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۸۹ - الاصابہ ج ۳ ص ۴۵۵)

علاّمہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ سیّدنا مروان، سیّدنا عمرؓ بن الخطاب کے فیصلوں کا تتبع کرتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۵۸)

قاضی ابو بکر بن العربیؒ نے کبارِ اُمت میں ان کا شمار کیا ہے۔

(العواصم من القواصم ص ۸۹)

ان کی عادت تھی کہ مشکل اُمور میں اور دینی مسائل میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ [illegible] تے تھے تاکہ دین کے خلاف کوئی فیصلہ یا بات نہ ہو جائے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۵۸ - طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۰ تذکرہ مروان)

علاّمہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ بہت بڑی جماعت کے نزدیک [illegible] صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۵۷)

آپ سے سعید بن المسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ، عبدالملک بن مروانؒ کے علاوہ سیّدنا زین العابدینؓ نے بھی روایت حدیث کی ہے۔

وقد كان مروان من سادات قريش و فضلا ئها۔

"مروانؓ قریش کے سادات اور فضلاء میں سے تھے۔"

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۵۷)

سیدنا معاویہؓ تو انہیں القاری لکتاب اللہ، الفقیہ فی دین اللہ، الشدید فی حد اللہ سمجھتے تھے۔ (ایضاً)

آپ کے انہی مناقب و فضائل کی وجہ سے سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ ان کے پیچھے برابر نمازیں پڑھتے تھے۔ (تاریخ صغیر للبخاری ص ۵۷، البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۵۸)

چنانچہ سیدنا مروانؓ بھی خاندان رسالتؐ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ سیدنا حسینؓ کے صاحبزادے سیدنا زین العابدینؒ اکثر ان سے قرض لیتے تھے۔ چنانچہ سیدنا مروانؓ نے مرض الموت میں اپنے بیٹے عبدالملک کو وصیت فرمائی کہ سیدنا زین العابدینؒ کو جو کچھ قرض دیا ہوا ہے وہ بالکل واپس نہ لیا جائے۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۵۸۔ ج ۹ ص ۱۰۴)

لیکن کیا کیا جائے تاریخ کے ان رپورٹروں کا، جنہوں نے سیدنا مروانؓ کی شخصیت کو مسخ کر کے رکھ دیا اور آئندہ آنے والی نسلوں کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ سیدنا مروانؓ اپنے زمانے کے سب سے بڑے آدمی تھے۔ لیکن تاریخ کے اوراق ہی اس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ سیدنا علیؓ اور ان کے خاندان نے اپنی لڑکیاں سیدنا مروانؓ کے بیٹوں اور پوتوں کے حبالۂ عقد میں دے کر ان کی بے گناہی اور پاک بازی کی شہادت فراہم کر دی۔ اور ان پر لگے ہوئے الزامات سے ان کو بری قرار دے دیا۔

رشتۂ اول سیدنا مروانؓ کے خاندان سے سیدنا علیؓ کے خاندان کی پہلی رشتہ داری یہ تھی کہ سیدنا علیؓ کی صاحبزادی سیدہ رملہؓ سیدنا مروان بن الحکم کے صاحبزادے معاویہؒ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزم الاندلسیؒ نے لکھا ہے۔

و معاویۃ ... شقیق عبدالملک ..... وتزوج رملۃ

بنت علی بن ابی طالب بعد ابی الھیاج عبد اللہ بن ابی سفیان
بن الحارث بن عبد المطلب۔

اور معاویہ بن مروانؒ جو کہ عبد الملک کے بھائی تھے، ان سے رملہ بنت علیؓ بن ابی طالب کا نکاح ہوا۔ ابوالھیاج عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے نکاح کے بعد۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ۸۷)

اس رشتہ کا ذکر علامہ مصعب زبیریؒ نے بھی کتاب نسب قریش ص ۴۵ میں کیا ہے۔
علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ سیدنا علیؓ کی ایک اور صاحبزادی امیرالمومنین عبدالملک بن مروانؒ کے نکاح میں تھیں۔ (ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۶۹)

رشتۂ دوم خاندانِ علوی کا سیدنا مروانؓ کے خاندان سے دوسرا اہم رشتہ یہ ہے کہ سیدنا حسنؓ کے صاحبزادے حسن مثنیٰؒ کی صاحبزادی سیدہ زینبؒ، سیدنا مروانؓ کے پوتے ولید بن عبدالملک بن مروانؒ کے نکاح میں تھیں۔ اس سیدہ زینبؒ کی والدہ ماجدہ سیدنا حسین بن علیؓ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؒ تھیں۔

چنانچہ علامہ زبیری نے لکھا ہے:۔

وکانت زینب بنت حسن بن حسن بن علیؓ عند الولید
بن عبد الملك بن مروان وھو خلیفة۔

"اور زینب بنت حسن بن حسن بن علیؓ، ولید بن عبدالملک بن مروانؒ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔" (کتاب نسب قریش ص ۵۲)

اس رشتہ کا ذکر علامہ ابن حزم نے بھی جمہرۃ الانساب ص ۱۰۸ میں کیا ہے۔

رشتۂ سوم ان دونوں خاندانوں کا تیسرا رشتہ یہ ہے کہ سیدنا زید بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب کی صاحبزادی سیدہ نفیسہؒ کا نکاح سیدنا مروان کے پوتے،

ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا تھا۔ اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ اس سیدہ نفیسہ کی والدہ کا نام لبابہ بنت عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب تھا۔

چنانچہ علامہ ابن سعد نے اس رشتہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

ولنفیسة بنت زید تزوّجها ولید بن عبد الملك بن مروان فتوفیت عنده وامّها لبابة بنت عبد الله بن عباسؓ بن عبد المطلب بن هاشم۔

"اور نفیسہ بنت زید بن حسنؓ بن علیؓ کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروانؒ سے ہوا۔ اور اسی کے ہاں اس کی وفات بھی ہوئی۔ اور نفیسہ کی والدہ کا نام لبابہ بنت عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔"

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۴)

رشتۂ چہارم ان دونوں خاندانوں کے مابین چوتھا رشتہ علمائے انساب نے یہ بیان کیا ہے کہ سیدنا مروان بن الحکمؓ کے سگے بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث کے حبالۂ عقد میں سیدنا حسن بن علیؓ بن ابی طالب کی پوتی خدیجہ بنت الحسینؓ بن الحسن تھیں۔ ان سے اسماعیل بن عبدالملک کی اولاد بھی ہو

چنانچہ علامہ ابن حزمؒ نے لکھا ہے:۔

وولد اسمٰعیل بن عبد الملك بن الحارث بن الحكم المذكور محمّد الاكبر والحسین واسحٰق ومسلمة امّهم خدیجة بنت الحسین بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب۔ (جمهرة انساب العرب ص ۱۰۹)

"اور اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم کے ہاں محمد الاکبر، حسین، اسحاق اور مسلمہ پیدا ہوئے۔ جن کی والدہ سیدہ خدیجہ بنت الحسین بن الحسن

بن علیؓ بن ابی طالب تھیں۔"

علامہ مصعب الزبیری نے خدیجہ کا نام اُم کلثوم ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو کتاب نسب قریش ص ۵۱، ۱۷۱)

رشتہ پنجم خدیجہ بنت الحسینؓ کے بعد سیدنا مروانؓ کے بھائی الحارث کے پوتے اسمٰعیل بن عبدالملک کے نکاح میں سیدہ خدیجہ کی چچا زاد بہن حمادہ بنت الحسن بن الحسن بن علیؓ آئیں۔ گویا اہل بیت نبوّت کی دوسری صاحبزادی اس اموی سردار کے نکاح میں آئیں۔ جو ان دونوں خاندانوں کے تعلقات کی پختگی پر ایک بیّن دلیل ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حزم الاندلسی ہی نے لکھا ہے کہ:۔

وولد اسمٰعیل بن عبد الملك بن الحارث بن الحكم محمّد الاصغر والوليد ويزيد امهم حمادة بنت الحسن بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب خلف عليها بعد بنت عمّها المذكورة۔ (جمهرة انساب العرب ص ۱۰۹)

"اور اسماعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم کے ہاں محمد الاصغر، ولید اور یزید پیدا ہوئے جن کی والدہ حمادۃ بنت الحسن بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب تھیں جو اپنی چچا زاد بہن کے بعد ان کے نکاح میں آئیں۔"

رشتہ ششم سیدنا علیؓ کے خاندان سے سیدنا مروانؓ کے خاندان کا ایک رشتہ یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کے بڑے بھائی سیدنا جعفر طیارؓ کی پوتی سیدہ رملہ بنت محمد بن جعفرؓ بن ابی طالب، سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروانؒ کے نکاح میں آئیں۔

چنانچہ لکھا ہے:۔

وتزوجت رملة بنت محمّد بن جعفر بن ابی طالب سليمان ابن هشام بن عبد الملك۔

"اور نکاح کیا سیدہ رملہ بنت محمد بن جعفرؓ بن ابی طالب نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان سے۔" (کتاب المحبر ص ۴۴۹)

رشتہ ہفتم ایک اور رشتہ ان دونوں خاندانوں میں یہ ہے کہ سیدنا حسینؓ کی صاحبزادی سیدہ سکینہ بنت الحسینؓ نے اپنے شوہر مصعب بن زبیرؓ کے قتل ہو جانے کے بعد اپنا نکاح سیدنا مروانؓ کے پوتے الاصبغ بن عبدالعزیز بن مروانؒ بن الحکمؓ سے کیا جو خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے بھائی تھے۔ ان الاصبغ بن عبدالعزیز کی دوسری بیوی امیر یزید کی صاحبزادی اُمّ یزید تھیں۔

(المعارف ابن قتیبہ ص ۹۴، جمہرۃ انساب العرب ص ۹۶، کتاب نسب قریش ص ۵۹)

رشتہ ہشتم اسی سیدہ سکینہ بنت الحسینؓ کی ایک صاحبزادی ربیحہ تھیں جن کے والد کا نام عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم تھا۔ اس ربیحہ بنت سکینہ بنت الحسینؓ کی شادی امیر المومنین عبدالملک بن مروانؒ کے پوتے عباس بن ولید بن عبدالملک سے ہوئی۔

(کتاب نسب قریش ص ۵۹)

رشتہ نہم سیدنا حسینؓ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کی ایک صاحبزادی اُمّ محمد تو امیر یزید بن معاویہؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ ان اُمّ محمد کی حقیقی بہن اُمّ ابیہا امیر المومنین عبدالملک بن مروانؒ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ گویا امیر یزید اور عبدالملک بن مروان دونوں ہم زلف تھے۔ بعد میں اُمّ ابیہا کو طلاق ہو گئی۔ طلاق ہو جانے کے بعد یہ سیدنا علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ یہ دونوں بہنیں اُمّ محمد اور اُمّ ابیہا، لیلیٰ بنت مسعود بن خالد کے بطن سے تھیں جو سیدنا علیؓ کی اہلیہ تھیں۔ اور سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ بن ابی طالب سے نکاح کر لیا۔ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ان کے بطن سے یہ دو لڑکیاں، اور چار لڑکے

یحییٰ، ہارون، صالح اور موسیٰ پیدا ہوئے۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ۶۲، کتاب نسب قریش ص ۸۳، البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۷۹)

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے ایک صاحبزادے علی بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ تھے۔ جو سیدہ زینب بنت علیؓ کے بطن سے تھے۔ اس لحاظ سے وہ سیدنا علیؓ کے حقیقی نواسے اور سیدنا حسنؓ اور حسینؓ کے حقیقی بھانجے تھے۔ تاریخ میں ان کو علی الزینبی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ان "علی الزینبی" کی حقیقی پوتی سیدہ ربیحہ بنت محمد بن علی الزینبی کی شادی امیرالمومنین، یزید بن عبدالملک بن مروانؒ سے ہوئی تھی۔ ان کی فوتیدگی کے بعد سیدہ ربیحہ امیرالمومنین عبدالملک بن مروانؒ کے صاحبزادے بکار بن عبدالملک کے حبالۂ عقد میں آئیں۔

(کتاب المحبر ص ۴۴۰)

اوراق اب بھی اس بات کا ثبوت اپنے سینہ میں سموئے ہوئے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ نے مختلف مواقع پر سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ، سیدنا عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ اور دیگر بنو ہاشم کو گراں قدر عطیات اور ہدایا سے نوازا۔

چنانچہ شیعہ مصنف نے بھی لکھا ہے:۔

فانه كان يجيز الحسن والحسين ابني علي في كل عام لكل واحد منهما بالف الف درهم وكذالك كان يجيز عبدالله بن عباس وعبدالله بن جعفر۔

سیدنا معاویہؓ، سیدنا حسن بن علیؓ اور سیدنا حسین بن علیؓ کو ہر سال دس دس لاکھ درہم وظیفہ دیتے۔ اور اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، اور عبداللہ بن جعفرؓ کو وظیفہ دیتے۔

(ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۷۰۵، بیروت)

فروع کافی ج ۲ ص ۲۶۲، طبع نول کشور میں تو یہاں تک آتا ہے کہ سیدنا حسینؓ

کے صاحبزادے سیدنا علی بن حسینؓ کا وظیفہ بھی سیدنا معاویہؓ نے مقرر فرمایا۔ اور ایک موقع پر سیدنا علیؓ کے بھائی سیدنا عقیلؓ بن ابی طالب کو بھی ایک لاکھ درہم عطا فرمائے

(الامالی للشیخ طوسی ج ۲ ص ۳۳۴)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے ان حضرات کے بین کوئی مخاصمت نہ تھی ورنہ بنو ہاشم کے یہ حضرات کبھی ان سے وظیفہ لے کر نہ کھاتے اور بنو اُمیہ کے یہ لوگ ان کو وظیفہ نہ دیتے۔ بنو اُمیہ کی نسبت یہ داستانیں ایک خاص سازش کے تحت وضع کی گئی ہیں۔ تاکہ اُمتِ مسلمہ ہمیشہ دو گروہوں میں بٹی رہے۔

حکیم محمود احمد ظفر کی دیگر تصنیفات

- سیرت خاتم النبیین ﷺ
- سیرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- سیرت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
- سیرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
- سیرت سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ
- امہات المومنینؓ
- خلفائے راشدین
- سیدنا خالد بن ولیدؓ
- سیّدنا عمر بن عبدالعزیزؒ (تاریخ کی روشنی میں)
- اسلام کا نظام زکوٰۃ
- اسلام کی دعوتی قوت

297 648 ظ 172 ص
42225-EU-64

تخلیقات: علی پلازہ، 3 مزنگ روڈ، لاہور- فون : 042-7238014
Email: takhleeqat@yahoo.com
www.takhleeqat.com